عمران سیریز
کایا پلٹ
مظہر کلیم ایم۔اے

عمران سیریز

کایا پلٹ

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

اس ناول کے نام مقام کردار واقعات
سب فرضی ہیں۔ کسی قسم کی مطابقت
محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے مصنف
پبلشرز پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے

ناشران ----- اشرف قریشی
--------- یوسف قریشی
پرنٹر ------ محمد یونس
طابع ۔

چند باتیں

معزز قارئین!

آپ کے ارسال کردہ پُرخلوص خطوط تو مجھے ملتے ہی رہتے ہیں اور اس بات سے تو آپ بھی اتفاق کریں گے کہ ہر خط کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے قطعی ناممکن ہے لیکن بعض خطوط ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا جواب دینے کو بے حد جی چاہتا ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی ان خطوط اور جواب میں شامل کر لوں تاکہ آپ بھی ان خطوط سے میرے ساتھ لطف اندوز ہو سکیں۔

ڈیرہ غازی خان سے محمد اکمل خان صاحب لکھتے ہیں۔

محترم مظہر کلیم صاحب! آپ کا ایک ناول میں نے اپنے ایک پڑھے لکھے ساتھی کی زبانی سنا ہے۔ کیونکہ میں پڑھ لکھ نہیں سکتا۔ لیکن یہ خط میں آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہوں ___ آپ اس تضاد پر حیران تو ضرور ہوں گے کہ جو شخص پڑھ لکھ نہیں سکتا وہ خط کیسے لکھ سکتا ہے۔

تو جناب! ___ بات یہ ہے کہ میرے دوست مجھے ہمیشہ پڑھنے لکھنے پر اکساتے رہتے تھے لیکن کچھ حالات کی مجبوری اور کچھ لاپرواہی میرا رجحان اس طرف نہ رہا۔ پھر ایک دوست نے مجھے آپ کا ناول "ناقابل تسخیر مجرم" پڑھ کر سنایا۔ یہ ناول مجھے بے حد پسند آیا اور خاص طور پر عمران کی ہمت اور جذبے کا تو میں قائل ہو گیا ہوں۔ اب مسئلہ یہ ہو گیا کہ میں آپ

کے اور ناول بھی سننا چاہتا تھا لیکن میرے دوستوں کے پاس پڑھنے کی فرصت تو یقیناً تھی لیکن پورا ناول پڑھ کر سنانے کی فرصت نہ تھی۔ اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اس قابل بنوں گا کہ آپ کے ناول پڑھ سکوں چنانچہ میں نے بھی عمران کی طرح کمر ہمت باندھی اور دن رات پڑھائی لکھائی میں مصروف ہو گیا۔ اپنے کام سے ہٹ کر باقی تمام مصروفیات میں نے چھوڑ دیں اور ہر ہر لمحہ پڑھنے لکھنے میں گزارنے لگا۔ میرے دوست بھی میری پوری طرح حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے میں بہت تھوڑے دنوں میں اس قابل ہو گیا کہ نہ صرف آپ کے ناول خود پڑھ سکوں ـــــ بلکہ آپ کو اپنے ہاتھ سے یہ خط بھی لکھ سکوں۔ آپ کے ناولوں نے مجھے علم کی وہ دولت بخش دی ہے کہ جسے زوال نہیں۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اور آپ کے نئے ناولوں کا بے چینی سے منتظر بھی ہوں"۔

محمد اکمل صاحب کا یہ خط جب مجھے ملا تو یقین کیجئے میرا رواں رواں مسرت سے جھومنے لگا۔ میں اللہ تعالیٰ کے کرم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جس نے میرے ذریعے سے میرے ایک بھائی اور ہم وطن کو علم کی دولت بخش دی۔ میں محمد اکمل صاحب کی اس کایا پلٹ پر ان کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس دولت کو حاصل کیا ہے جسے واقعی زوال نہیں ہے اور موجودہ ناول "کایا پلٹ" ـــــ میں اپنے قاری محمد اکمل صاحب کی نذر کرتا ہوں۔ خدا کرے ان کا جذبۂ حصول علم اور زیادہ بڑھے اور وہ علم کی زیادہ سے زیادہ دولت سے مالا مال ہوں۔ والسّلام

منظہر کلیم ایم۔ اے

عمران نے تیزی سے کار چوک سے دائیں طرف جانے والی سڑک پر موڑی اور پھر ایکسیلیٹر پر دباؤ یکلخت بڑھا دیا۔ کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔ اس کی رفتار اب خطرناک حد سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ سنسان سڑک پر دوڑتی ہوئی کار کسی ایکشن سے بھرپور فلم کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

عمران نے کافی دور جا کر بیک مرر پر نظر ڈالی اور اسے ایک کار کی ہیڈ لائٹس اندھیرے کا دامن چاک کرتی ہوئی نظر آئیں۔ عمران کے لبوں پر نامحسوس سی مسکراہٹ تیر گئی۔ اب اسے مکمل یقین ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

آج شام کو جب وہ آوارہ گردی کا موڈ بنا کر فلیٹ سے نکلا تھا تو س کا ذہن ہر قسم کے جھمیلوں سے پاک تھا۔

کیفے دلکشا میں چائے پی کر جب وہ کار سڑک پر لے آیا تو اسے

پہلی بار احساس ہوا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ فلیٹ سے نکلتے ہی ایک سیاہ رنگ کی ڈاٹسن اس کی نظروں میں چڑھ گئی تھی مگر اس نے اس لئے پرواہ نہیں کی تھی کہ آجکل کوئی کیس اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ مگر اب جب کیفے سے باہر نکلنے کے بعد وہی سیاہ رنگ کی کار دوبارہ اسے اپنے پیچھے نظر آئی تو اس نے معاملے کا ذرا سنجیدگی سے نوٹس لیا۔

حقیقت معلوم کرنے کے لئے اس نے اپنی کار کا رُخ شہر سے باہر جانے والی ایک سنسان سڑک کی جانب کیا اور پھر چوک سے دائیں جانب مڑنے والی سڑک پر مڑنے کے بعد جب اسے اسی کار کی ہیڈ لائیٹس نظر آئیں تو اسے اپنے تعاقب کا مکمل یقین ہو گیا۔

یقین ہوتے ہی اس نے کار کی رفتار یکدم کم کر دی اور پھر اسے آہستہ کرتے کرتے سڑک پر روک دیا۔

اب وہ بیک مرر پر نظریں جمائے اپنے پیچھے آنے والی کار کو دیکھ رہا تھا جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی چلی جا رہی تھیں۔

اس کی رفتار بھی خاصی کم ہو گئی تھی لیکن چونکہ عمران نے کار بالکل روک دی تھی اس لئے رفتار کم ہونے کے باوجود وہ اس کے قریب پہنچ چکی تھی۔

جب دونوں کاروں کا فاصلہ تقریباً سو گز کے قریب رہ گیا تو عمران کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ سڑک کے عین درمیان کھڑا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ اور بڑی معصومیت سے آنکھیں جھپکا رہا تھا۔

ڈاٹسن اس کے بالکل قریب آ کر رک گئی۔

کار کی ہیڈ لائٹس سے نکلنے والی روشنی خاصی تیز تھی۔ لیکن اس کے باوجود عمران کی بلی کی طرح چمکتی ہوئی آنکھوں نے کار میں بیٹھے ہوئے دو افراد کا بھرپور جائزہ لے لیا۔

کار رکتے ہی ایک آدمی تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا خاصے لحیم شحیم جسم کا مالک ہونے کے باوجود اس کے انداز سے چستی نمایاں تھی۔

"عمران نے کار رکتے ہی ہاتھ نیچے کر لئے تھے۔

"کیا بات ہے —— کیوں ہمارا راستہ روک رکھا ہے"۔

کار سے نکلنے والے نے انتہائی سخت لہجے میں سوال کیا۔ وہ بغور عمران کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر معصومیت کا آبشار بہہ رہا تھا۔

"مم —— مم —— معاف کرنا بھائی میرا وہ —— یعنی کہ میری کار کا پٹرول ختم ہو گیا ہے۔"

عمران نے تقریباً گھگھیاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"تو ہم کیا کریں —— کسی پٹرول پمپ کا رُخ کرو"۔ نوجوان نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔

اب دوسرا آدمی بھی کار سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ منحنی سے جسم کا مالک تھا۔ مگر اس کا قد دیکھ کر عمران حیران رہ گیا۔ کم از کم اس سے دوگنا ہوگا۔ وہ اپنے قد کی وجہ سے قطعی کھجور کا درخت معلوم ہو رہا تھا۔

"تو —— تم یعنی کہ کیا تمہارا جسم فولڈنگ ہے۔" عمران نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔ لہجہ مسکینیت سے بھرپور تھا۔

"کیا مطلب —— ؟" کھجور مارکہ نوجوان اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

"میرا مطلب ہے تم کار میں بغیر تہہ ہوئے تو نہیں بیٹھ سکتے۔ کم ازکم چار تہیں تو بنتی ہوں گی۔"

"شٹ اپ ۔۔۔۔ یو نانسنس۔"

کھجور مار کہ نوجوان ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔

عمران کی بات پر دوسرا نوجوان کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"جولی ۔۔۔۔ آدمی تو دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔" نوجوان نے ہنستے ہوئے کھجور مار کہ نوجوان سے جس کا نام شاید جولی تھا کہا۔

"چلو جیگر ۔۔۔۔ خواہ مخواہ اس کی باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔" کھجور مار کہ جولی ابھی تک جھنجلایا ہوا تھا۔

"ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ تم تو ناراض ہو گئے۔ بھائی تھوڑا سا پٹرول ادھار دے دو اور اپنا پتہ بھی ۔۔۔۔ میں کل تمہارے نام ایک پٹرول پمپ الاٹ کرا دوں گا۔ مم ۔۔۔ مگر اس وقت سڑک سنسان ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

عمران نے چہرے پر خوف کے بھرپور تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے پاس فالتو پٹرول نہیں ہے ۔۔۔۔ تم ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہیں پٹرول پمپ پر چھوڑ دیں گے۔ وہاں سے پٹرول لیکر آجانا۔" جیگر نے تجویز پیش کی۔

"مگر کیا تم مجھے واپس چھوڑ جاؤ گے۔" عمران نے امید بھری نظروں سے جیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہارے باپ کے نوکر ہیں۔ یہ تھوڑا ہے کہ ہم تمہیں پٹرول

پمپ تک لفٹ دینے پر تیار ہو گئے ہیں۔"

جولی کا غصہ ابھی تک نہیں اترا تھا۔

"تھینک یو ۔۔۔ تھینک یو ۔۔۔ چلو میں واپسی میں پیدل آجاؤں گا۔ ذرا صحت ہی بن جائے گی۔ ڈیڈی روز کہتے ہیں کہ پیدل چلا کرو ۔۔۔ تم موٹے ہوتے جا رہے ہو ۔۔۔۔ کیا میں واقعی موٹا ہوتا جا رہا ہوں۔" عمران نے بات کرتے کرتے سوال کر ڈالا۔

"نہیں ۔۔۔۔ تمہارا جسم تو قابلِ تعریف حد تک سمارٹ ہے۔" جیگر نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ۔۔۔۔ ویری گڈ ۔۔۔ کاش اس وقت میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو میں تمہاری بات ڈیڈی کو سنا کر اپنی جان چھڑا لیتا۔"

عمران کی زبان چل پڑی۔

"اچھا ۔۔۔ چلو کار میں بیٹھو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع نہ کرو۔"

جیگر بھی اب شاید اکتا گیا تھا۔

"ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ تم تو یوں مجھے ڈانٹ رہے ہو جیسے اغوا کر کے لے جا رہے ہو۔ میں ذرا کار لاک کر آؤں۔" عمران نے جواب دیا۔

اور پھر تیزی سے اپنی کار کی جانب مڑ گیا۔

اس کے مڑتے ہی جیگر اور جولی کی نظریں ملیں اور پھر دونوں کے چہروں پر فتحمندانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔

شکار خود ہی دام میں پھنس رہا تھا۔

عمران سیدھا کار کے قریب گیا اور اس نے کار کے اندر جا کر پہلے

تو کار کے باقی دروازے لاک کر کے اور پھر ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا اور باہر نکل آیا۔

ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ لاک کر کے وہ واپس ڈالسن کی طرف آیا۔

وہ دونوں کار میں بیٹھ چکے تھے۔ جولی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا اور جیگر پچھلی سیٹ پر۔ جیگر نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

عمران خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جولی سیٹ پر دوہرا ہوا بیٹھا تھا۔

عمران کے بیٹھتے ہی کار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

"اور سناؤ کیا حال ہے مسٹر جیگر ——— بال بچے راضی ہیں"۔ عمران نے بڑی بے تکلفی سے حال پوچھنا شروع کر دیا۔

"خاموش بیٹھو" ——— جیگر نے جواب میں اسے ڈانٹ دیا۔

اور عمران جواب میں بڑی بے تکلفی سے کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔

کار کافی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کار اگلے چوک سے بائیں طرف مڑ گئی۔

"یہ تم کدھر جا رہے ہو ———؟ یہ سڑک تو اولڈ فورٹ کی طرف جاتی ہے۔ ادھر تو کوئی پیٹرول پمپ نہیں ہے"۔

عمران یوں چونک کر بولا۔ جیسے اب تک گہری نیند سو رہا ہو۔

"خاموش بیٹھو ——— خبردار اگر حرکت کی"۔

جیگر نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔ اور ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے پھرتی سے ریوالور نکال کر عمران کی پسلیوں سے

لگا دیا۔

"ک ——— گک ——— کیا مطلب بھائی ——— میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ میں انتہائی غریب مفلوک الحال بندہ بے درہم و دام ہوں ——— مجھے کیوں لوٹتے ہو"۔ عمران نے گھگھیاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم خاموش نہیں بیٹھو گے ——— اب اگر تم نے حلق سے آواز نکالی تو گولی مار دوں گا"، جیگر نے انتہائی جھنجھلاہٹ میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوں ——— اوں ——— غوم ——— غاغرتے ——— غوں"۔

عمران نے حلق کے بجائے ناک سے آوازیں نکال کر احتجاج شروع کر دیا۔

"اوہ ——— کس مصیبت سے پالا پڑ گیا ہے"۔

جیگر کی جھنجھلاہٹ اب عروج پر پہنچ گئی ہے۔

"گولی مار کر باہر پھینک دو"۔

سٹیئرنگ پر بیٹھے ہوئے جولی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اب اگر یہ بولا تو یہی کروں گا"۔

جیگر شاید اسے فی الحال زندہ رکھنے پر مجبور تھا۔

عمران اب قطعی خاموش بیٹھا تھا۔ اس کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ وہ ان لوگوں کی اصلیت جاننا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ خود ہی ان کی کار میں بیٹھ گیا تھا۔

کار تیزی سے اولڈ فورٹ جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ یہ سڑک ہر وقت سنسان رہتی تھی۔ اولڈ فورٹ پرانے وقتوں کا غیر آباد،

شکستہ اور ویران قلعہ تھا۔ اور پھر اس کے ساتھ کچھ اس قسم
کی مافوق الفطرت روایات وابستہ تھیں کہ کوئی شخص بھی ادھر جانے کا
تصور نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک گاڑی سڑک پر دوڑتی رہی۔ پھر اولڈ فورٹ کے
شکستہ مگر عظیم الشان دروازے کے قریب جا کر رک گئی۔

"باہر نکلو ——" جیگر نے عمران کو حکم دیا۔

اور عمران خاموشی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی
تک وہ مجرموں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس لئے خاموش تھا۔

جولی اور جیگر بھی کار سے باہر نکل آئے۔ جیگر نے ابھی تک ریوالور
عمران پر تان رکھا تھا۔

"اس کی تلاشی لو جولی"

جیگر نے جولی کو تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور جولی عمران کے پیچھے آ کر اس کی تلاشی لینے لگا۔

عمران خاموش کھڑا تھا۔ ریوالور وہ ہر وقت اپنے پاس رکھنے کا
عادی نہیں تھا۔ اس لئے بے فکر تھا۔

"کوئی اسلحہ نہیں ہے" —— جولی نے مکمل تلاشی کے بعد
قدرے مایوسی کے عالم میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— چلو" جیگر نے کہا۔

وہ سب اولڈ فورٹ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ ان کی
پوزیشنیں یوں تھیں کہ جولی آگے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر عمران
تھا اور عمران کے پیچھے جیگر ریوالور تانے ہوئے چل رہا تھا۔

وہ قلعے کے شکستہ دروازے میں داخل ہوئے۔ دروازے کے
بعد ایک بہت بڑا میدان تھا جس میں جھاڑیاں اور قد آدم گھاس اُگی
ہوئی تھی۔ قلعے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ شکستہ کوٹھڑیاں تھیں۔ اصل
عمارت میدان کراس کرنے کے بعد آتی تھی۔

عمران کو لئے ہوئے وہ ایک شکستہ کوٹھڑی کے اندر داخل ہوئے
اور پھر جولی نے آہستہ سے دیوار کے کونے میں ایک اکھڑی ہوئی اینٹ
کو زور سے دبایا اور کوٹھڑی کی بائیں دیوار میں خلا سا بن گیا۔

وہ عمران کو لئے ہوئے اس سرنگ میں داخل ہو گئے یہ ایک
طویل سرنگ تھی جو کافی سے زیادہ حد تک شکستہ تھی۔ مگر اس میں تازہ
ہوا برابر آ رہی تھی۔ اس لئے اس میں کسی قسم کی سیلن یا بدبو پیدا نہیں
ہوئی تھی۔

وہ سرنگ میں چلتے گئے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد جب سرنگ ختم
ہونے میں نہ آئی تو آخر عمران سے نہ رہا گیا وہ بول ہی پڑا۔

"یہ سرنگ ہے یا شیطان کی آنت"

"خاموش رہو" —— جیگر نے یوں کڑک کر کہا جیسے عمران کے
بولنے سے سرنگ کے اور زیادہ طویل ہو جانے کا خطرہ ہو۔

کافی دیر بعد سرنگ ختم ہوئی۔

سامنے ایک دروازہ تھا۔ دروازہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کیونکہ
دروازہ بالکل صحیح و سالم حالت میں تھا۔ اس پر امتدادِ زمانہ نے کوئی نقش
نگار نہیں بنائے تھے۔

جولی نے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ چند

لمحوں بعد دروازہ کی درز سے ایک تیز روشنی نکلی اور وہ تینوں روشنی میں نہا گئے۔

ایک لمحے بعد روشنی بجھ گئی اور پھر دروازہ آٹومیٹک طریقے سے کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلنے پر وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ان کے اندر داخل ہونے پر دروازہ خودبخود بند ہو گیا۔ اس کمرے سے نکل کر وہ ایک گیلری میں پہنچے۔ گیلری بجلی کے قمقموں سے روشن تھی۔

عمران حیرت بھری نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ نجانے کب سے ان لوگوں نے اس پرانے قلعے کو اپنا اڈہ بنایا ہوا تھا۔ ان کے انتظامات سے تو یونہی محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں یہاں سیٹ ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔

گیلری میں موجود ایک بڑے سے دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے۔

دروازے کے باہر ایک سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ جولی نے دروازے کی مضبوط چوکھٹ پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو دبایا اور پھر مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحوں بعد سرخ بلب بجھ گیا اور پھر دروازہ خودکار انداز میں کھلتا چلا گیا۔

اندر کمرے میں گہرا اندھیرا تھا۔ جیگر کے اشارے پر عمران دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ عمران کے ساتھ وہ دونوں بھی تھے۔

ان کے اندر جانے کے بعد دروازہ خودبخود بند ہو گیا۔ اور دروازہ بند ہوتے ہی اچانک وہ جگہ جہاں وہ تینوں کھڑے تھے۔ تیز روشنی میں نہا گئی۔ کمرے کا باقی حصہ ملگجی روشنی میں عجیب پراسرار نظر آ رہا تھا اور انتہائی سامنے اسی طرح قطعی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

"لے آئے اسے" —— اندھیرے حصے سے ایک بھاری بھرکم آواز گونجی۔ لہجے میں عجیب سی کھڑکھڑاہٹ تھی۔ جیسے کوئی شخص زبردستی بول رہا ہو۔

"یس باس —— یہ شخص موجود ہے"

جیگر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— اب تم جاؤ" باس نے انہیں حکم دیا۔ اور ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

جیگر اور جولی واپسی کے لئے مڑے۔ عمران بھی ان کے ساتھ ہی چل پڑا۔

"تم یہیں رکو عمران" باس نے سخت لہجے میں اسے حکم دیا۔ اور عمران رک گیا۔

جیگر اور جولی دروازے سے باہر چلے گئے۔ ان کے باہر جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔

اس کرسی پر بیٹھ جاؤ عمران"

آواز دوبارہ گونجی۔

عمران سمجھ گیا کہ سامنے والی دیوار میں مائیکرو فون فٹ ہے۔ اور ٹیلیویژن آئی کے ذریعے اسے کسی اور جگہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک
خاموشی طاری رہی۔ پھر وہی آواز دوبارہ گونجنے لگی۔
"مسٹر عمران .... تمہیں اپنے آپ کو یہاں پا کر حیرت
نہیں ہوئی"۔
"حیرت ——؟ وہ کیا ہوتی ہے —— کیا یہ کسی جدید بیماری
کا نام ہے —— معاف کیجئے طب کے متعلق میری معلومات صفر ہیں"
جواب میں ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا۔
اور پھر وہی آواز گونجی۔
"ویری گڈ مسٹر عمران —— مجھے خوشی ہے کہ تم انتہائی دلیر اور
نڈر آدمی ہو۔ مجھے تجربے کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ میں تمہاری
ہسٹری جانتا ہوں۔ اس لئے میں نے تجربے کے لئے سب سے پہلے تمہارا
انتخاب کیا ہے۔"
"تجربہ —— کیسا تجربہ"؟
عمران واقعی اس دفعہ حیرت سے بولا۔
"تمہیں سب معلوم ہو جائے گا اور تم اس ملک میں پہلے شخص ہو
گے جس پر جدید ترین تجربہ کیا جائے گا اور اس کی کامیابی کے بعد اس
تجربے کو وسیع پیمانے پر دوہرایا جائے گا"۔
آواز کا لہجہ مسرت سے بھرپور تھا۔
"کیا مجھے طوطا بنانے کا ارادہ ہے —— مگر سوچ لو پھر مجھے
چوری کھلانی پڑے گی اور میں وناسپتی گھی کی چوری نہیں کھاؤں گا۔ اصلی
اور خالص دیسی گھی کی چوری ہی مجھے راس آئے گی"۔ عمران نے

حماقت آمیز لہجے میں جواب دیا۔
لیکن اس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔
چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک دروازہ کھلا اور پھر دو نقاب پوش
اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔
"ہمارے ساتھ چلو —— خبردار اگر کوئی حرکت کی تو گولیوں کا
مینہ برسا دیا جائے گا"۔
ایک نقاب پوش نے سخت لہجے میں عمران سے کہا۔
"اگر حرکت نہیں کروں گا تو چلوں گا کیسے۔ بغیر حرکت کئے چلنا تو مجھے
کسی نے سکھایا ہی نہیں"۔
عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔
"شٹ اپ"۔
نقاب پوش سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو اس نے ڈانٹنے
میں ہی عافیت سمجھی۔
"لیجئے —— پہلے حرکت سے منع کیا۔ اب بولنے سے بھی منع کر
دیا ہے۔ عجیب دھاندلی ہے۔ ایسی دھاندلی تو ہم نے قصے کہانیوں میں
بھی نہیں پڑھی۔ وہاں بھی کالا دیو کم از کم شہزادے کو بولنے کا حق دیتا
ہے"۔ عمران کی زبان چل رہی تھی۔
دوسرے ہی لمحے ایک نقاب پوش نے اسے گریبان سے پکڑ کر
جھٹکا دیا۔
اور عمران کو شاید اس ناشائستہ حرکت پر غصہ آگیا۔
وہ سیدھا کھڑا ہوا اور دوسرے لمحے گریبان پکڑنے والا نقاب پوش

چیختا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے پیٹ میں عمران نے پوری قوت سے مکہ مار دیا تھا۔

دوسرا نقاب پوش مشین گن سیدھی کرنے ہی لگا تھا کہ عمران نے قلابازی کھائی اور اس کی دونوں ٹانگوں نے نقاب پوش کی گردن کو قینچی کی طرح جکڑ لیا۔

اور پھر وہ بھی عمران کے ساتھ ہی الٹا چلا گیا۔ اس کے ہاتھوں سے مشین گن چھوٹ کر دور جا گری۔

عمران برق کی طرح تڑپ کر سیدھا ہو گیا اور دوسرے لمحے مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

پہلا نقاب پوش پیٹ پکڑے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ وہ ابھی رکوع کی حالت میں پہنچا تھا کہ دوبارہ فرش پر گر پڑا۔ اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے غرغراہٹ کی آوازیں نکلیں۔ منہ سے خون تیزی سے بہنے لگا اور ساتھ ہی اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ شاید اس کے پیٹ کی کوئی رگ پھٹ گئی تھی۔

عمران اس نقاب پوش کی طرف متوجہ ہوا جسے اس نے قینچی سے مار کر گرایا تھا۔ وہ اس دوران اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا

عمران نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کیا اور اس نے اضطراری طور پر گھبرا کر ہاتھ کھڑے کر لیے۔ وہ شاید اپنے ساتھی سے سبق حاصل کر چکا تھا۔

"باہر چلو"۔ عمران نے کڑک کر اسے حکم دیا۔

"ہال کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ چلتا، ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا اور ساتھ ہی ایک بھیانک قہقہے سے ہال کے دیوار گونج اٹھے۔

عمران خاموش کھڑا نقاب پوش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند ہونے یا قہقہے پر کوئی توجہ نہ دی۔ نقاب پوش بھی گم سم کھڑا تھا۔ ویسے عمران نے محسوس کیا کہ قہقہے کے ساتھ ہی تیزی سے اس کا جسم لرزنا شروع ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران بھی چونک پڑا۔ کیونکہ ہال کی دیواروں سے سنتھیلک گیس نکلنی شروع ہو گئی تھی۔

عمران نے تیزی سے مشین گن ایک کونے میں پھینکی اور چٹکی سے ناک بند کر لی۔ مگر بدبو اتنی تیز تھی کہ اس کا دماغ گھومنے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر اس کا دماغ تاریکی کی گرفت میں لمحہ بہ لمحہ جکڑتا گیا۔ اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

نقاب پوش اس سے پہلے ہی ڈھیر ہو چکا تھا۔ پورا کمرہ گیس کی تیز بو سے بھر چکا تھا۔

بلیک زیرو اپنے بستر پر لیٹا ہوا ٹیبل لیمپ کی روشنی میں ایک ضخیم کتاب کے مطالعے میں غرق تھا کہ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔

بلیک زیرو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

دوسرے لمحے اس نے کتاب ایک طرف پھینکی اور جھپٹ کر سلیپنگ گاؤن پہن کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔ اس کا رخ مخصوص کمرے کی طرف تھا۔

جلد ہی وہ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں سیٹی کی آواز بدستور گونج رہی تھی۔

بلیک زیرو تیزی سے ایک مشین کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مشین کا بٹن آن کر دیا اور مشین کے ڈائل پر بنی ہوئی لکیروں اور ہندسوں پر ایک لکیر کے اوپر سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

مشین کا بٹن آن ہوتے ہی سیٹی کی آواز بند ہو چکی تھی۔

بلیک زیرو نے بغور اس ہندسے کو دیکھا اور پھر بڑبڑایا۔

" اولڈ فورٹ روڈ .... یہ کیا چکر ہے ؟"

چند لمحوں تک وہ خالی خالی نظروں سے نقطے کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس نے مشین کا بٹن دبایا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مخصوص کمرے سے نکل کر وہ اس سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے ایک الماری سے ریوالور اور چند فالتو راؤنڈ نکال کر جیب میں ڈالے اور پھر ایک نظر مخصوص کمرے پر ڈالتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی بے آواز موٹر سائیکل تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ موٹر سائیکل طوفان کی سی تیز رفتاری سے اڑی چلی جا رہی تھی جلد ہی بلیک زیرو اولڈ فورٹ روڈ کی پہلی کراسنگ پر پہنچ گیا۔ اس روڈ پر تھوڑی دور جانے کے بعد اسے دور سے ہی عمران کی کار سڑک کی ایک سائیڈ پر کھڑی نظر آ گئی۔ اس نے موٹر سائیکل کی رفتار آہستہ کر دی۔

اور پھر وہ کار سے تھوڑی دور پیچھے ہی رک گیا۔ چند لمحے تک وہ سڑک پر پاؤں ٹکائے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کار کے اردگرد تمام ماحول پر گمبھیر سی خاموشی طاری ہو گئی۔

بلیک زیرو نے اتر کر موٹر سائیکل سٹینڈ پہ کھڑی کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھا۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔

بلیک زیرو نے جیب سے چابی نکالی اور پھر اس نے دروازہ
کھول لیا۔ اس نے کار کی اندرونی لائٹ جلائی اور پھر اچھی طرح کار کو
چیک کرنے لگا۔

ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے اس بٹن کو اس نے آف کر دیا جسے
عمران دبا گیا تھا۔ اور جس کے اشارے پر بلیک زیرو یہاں تک پہنچا تھا
سٹیئرنگ کی دوسری سائیڈ پر جو دروازہ تھا اس کے شیشے پر انگلی سے
ایک چھوٹا سا نشان بنا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا دائرہ بنا کر اسے کراس کیا
ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے بغور اس نشان کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

اس نے جیب سے رومال نکال کر وہ نشان مٹا دیا اور پھر کار سے
باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے اس نے لاک کھلا چھوڑ دیا۔

پھر وہ تیزی سے اپنے موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر اس نے
موٹر سائیکل کی سائیڈ میں ایک خانہ کھولا اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا
سا ٹرانسمیٹر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے تیزی سے ایک فریکوئنسی
سیٹ کی اور بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ——— ہیلو ——— ایکسٹو سپیکنگ ۔ اوور"۔

وہ ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بول رہا تھا۔

جلد ہی دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ——— جولیا سپیکنگ ——— اوور"۔

دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"جولیا ——— کسی ممبر کو کال کر کے اس کی ڈیوٹی لگاؤ کہ وہ اولڈ
فورٹ روڈ کے تیرھویں سنگ میل کے قریب سے عمران کی کار دانش منزل

لے جائے ——— میں تھوڑی دیر بعد تمہیں پھر کال کروں گا۔ سیٹ کے
قریب رہنا ——— اوور"

بلیک زیرو نے احکامات دیئے۔

"یس سر ——— میں ابھی صفدر کو کال کرتی ہوں۔ اوور"۔

جولیا نے جواب دیا۔

"او کے ——— اوور اینڈ آل"۔

بلیک زیرو نے کہا۔ اور پھر بٹن آف کر کے سیٹ دوبارہ خانے میں
رکھ دیا۔

خانہ بند کر کے وہ موٹر سائیکل پر سوار ہوا اور سلف سٹارٹر دباتے
ہی موٹر سائیکل کا انجن جاگ اٹھا۔

دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے موٹر سائیکل اولڈ فورٹ کی طرف
بھاگنے لگی۔

بلیک زیرو کے ذہن میں عجیب سے خیال آ رہے تھے۔ وہ سوچ رہا
تھا کہ عمران پر یکلخت ایسی کون سی افتاد پڑ گئی ہے جس کی وجہ سے اسے
یوں کار چھوڑ کر جانا پڑ گیا ہے اور پھر وہ وائرلیس سپیشل کاشن اور سرکل
نشان یہ سب چیزیں اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ بہر حال
کوئی واضح تصویر اس کے ذہن پر منعکس نہیں ہو رہی تھی۔

جلد ہی وہ اس کراسنگ پر پہنچ گیا جہاں سے ایک سڑک پرانے
قلعے کو اور ایک واپس شہر کی طرف جاتی تھی۔

اس کراسنگ پر پہنچ کر بلیک زیرو نے موٹر سائیکل روک دی۔
اب وہ مخمصے میں پھنس گیا تھا کہ کون سا راستہ اختیار کرے۔ رات کا

وقت تھا اور چاروں طرف ویرانی اور سنسانی کا دور دورہ تھا۔

شہر کی طرف جانے والی سڑک کے رخ دور ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی روشنیاں کسی نئی دنیا کا دلکش نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ مگر بلیک زیرو اس دلکش نظارے سے بے نیاز بڑے غور سے سڑک پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔

پرانے قلعے کی طرف اس کا ذہن بار بار جاتا تھا مگر وہ پھر اپنے اس خیال کو خود ہی مسترد کر دیتا۔ کیونکہ پرانے قلعہ کی طرف عمران کے جانے یا لے جانے کی کوئی تک نظر نہیں آتی تھی۔

جب چند لمحوں تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو اس نے اتر کر موٹر سائیکل سٹینڈ کی اور پھر نیچے بیٹھ کر بغور سڑک کو دیکھنے لگا۔ جلدی میں وہ ٹارچ ساتھ نہ لا سکا تھا۔ اس لئے اسے اب اپنی قوت بصارت کو آزمانا پڑ رہا تھا۔ مگر اتنی گہری تاریکی میں ٹائروں کے نشانات دیکھ لینا ایسے ہی تھا۔ جیسے بھوسے کے ڈھیر سے سوئی ڈھونڈ نکالنا۔

ابھی وہ اسی مخمصے میں مبتلا تھا کہ اچانک اس کی نظریں پرانے قلعے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور پھر وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

دور قلعے کی طرف اسے چمک سی نظر آئی۔ جیسے بجلی چمکی ہو مگر آسمان پر ستارے اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ اس لئے اس نے بجلی والا خیال ذہن سے جھٹک دیا۔

ایک لمحے کے لئے اس کے ذہن میں پرانے قلعے سے وابستہ مافوق الفطرت داستانیں گھوم گئیں۔ مگر دوسرے لمحے وہ پرانے قلعے کی طرف جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس نے تیزی سے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور پھر گیئر بدلتے ہی اس نے ایکسیلیٹر فل دبا دیا۔ موٹر سائیکل طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

جلد ہی وہ پرانے قلعے کی طرف پہنچ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل ایک گھنے درخت کے نیچے سٹینڈ کی اور پھر اسے لاک کر کے پیدل ہی پرانے قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ قلعے کے بڑے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

چاروں طرف چھائی ہوئی اعصاب شکن ویرانی انتہائی خوفناک تھی مگر وہ یوں اطمینان سے آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا جیسے وہ گوشت پوست کے انسان کی بجائے کوئی بدروح ہو۔

قلعے کے دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ اچانک ٹھٹھک کر ایک شکستہ دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔

سامنے ایک کوٹھڑی سے ایک سایہ سا نکلا تھا اور بلیک زیرو اس سائے کو دیکھ کر ٹھٹھکا تھا۔

سایہ بلیک زیرو کی طرف ہی بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس لئے بلیک زیرو دیوار کے ساتھ اور سمٹ گیا۔ ویسے اس کا ایک ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر تھا۔ چونکہ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا اس لئے وہ اندھیرے کا ایک جز معلوم ہو رہا تھا۔

سایہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اس کی نظر بلیک زیرو پر نہیں پڑی تھی۔

بلیک زیرو ایک لمحہ تک وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہ بھی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا گیٹ کے قریب پہنچا۔ گیٹ کے مضبوط ستون سے لگ کر اس نے باہر

نظریں دوڑائیں۔

وہ سایہ گیٹ سے تھوڑی دور کھڑا تھا۔ اس کا رخ سڑک کی طرف تھا اور وہ سڑک پر نجانے کیا ڈھونڈ رہا تھا۔ سڑک حسب معمول تاریک اور سنسان تھی۔ چند لمحوں تک وہ سایہ سڑک پر خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دستی بم نما کوئی چیز نکال کر گیٹ کے سامنے زمین پر دے ماری۔

ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور دوسرے لمحے بلیک زیرو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس بم سے روشنی کی تیز شعاعیں نکل کر دور دور پھیل گئیں۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے سرچ لائٹ آن کر دی ہو اور سرچ لائٹ بم کی روشنی میں کافی دور تک سڑک روشن ہو گئی۔ بلیک زیرو کا موٹر سائیکل سامنے درخت کے نیچے کھڑا صاف نظر آ رہا تھا۔

اور جب وہ موٹر سائیکل بلیک زیرو کو نظر آ رہا تھا تو اس سائے کی نظروں سے کیسے بچا ہوگا اور وہ سایہ بھی جو ایک نوجوان شخص تھا موٹر سائیکل کو دیکھ کر ہی چونکا تھا۔

سرچ لائٹ بم کی روشنی بجھ چکی تھی اور ایک بار پھر ہر طرف اندھیرا مسلط ہو گیا تھا۔

وہ نوجوان تیزی سے اس موٹر سائیکل کی طرف بڑھنے لگا۔ بلیک زیرو کسی قیمت پر اس موٹر سائیکل کو ہاتھ سے گنوانا نہ چاہتا تھا۔

چنانچہ نوجوان کے آگے بڑھتے ہی بلیک زیرو بھی ستون کی اوٹ سے نکلا اور پھر دوسرے لمحے یوں محسوس ہوا جیسے بجلی کوندی ہو۔ بلیک زیرو چیتے کی طرح ایک ہی چھلانگ میں اس نوجوان پر جا پڑا تھا۔

نوجوان شاید اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا اور وہ بلیک زیرو ساتھ لپٹتا ہوا زمین پر گر گیا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے حیرت انگیز سے کروٹ بدلی اور بلیک زیرو کی مضبوط گرفت سے باہر نکل گیا۔ مگر زیرو نے اسے اٹھنے کی مہلت نہ دی۔

اور بلیک زیرو کی حیرت انگیز پھرتی کی وجہ سے ایک بار پھر اس کی [illegible]ت میں آگیا۔

اس دفعہ بلیک زیرو کی گرفت انتہائی مضبوط اور خطرناک تھی۔ بلیک زیرو [illegible]نوں ہاتھ اس کی بغلوں کے نیچے سے نکال کر اس کی گردن کی پشت [illegible]ں ہاتھوں کی انگلیوں کا پنجہ جما لیا۔ اب بلیک زیرو کے ایک ہی [illegible]سے نوجوان کی گردن ٹوٹ سکتی تھی۔

[illegible]ہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ کشش و پنج میں [illegible]ہا۔ مگر جیسے ہی بلیک زیرو نے ایک معمولی سا جھٹکا دیا نوجوان کو [illegible]ش آگیا۔

[illegible]س نے پوری قوت سے دونوں کہنیاں بلیک زیرو کے پیٹ میں [illegible]یہ کرلیٹے کا انتہائی سخت اور خطرناک داؤ تھا۔ مگر جہاں اس داؤ [illegible] زیرو کو خاصی چوٹ پہنچائی وہاں بلیک زیرو نے بھی ساتھ ہی گردن [illegible] زوردار جھٹکا دیا اور نوجوان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل

[illegible]وار۔ اگر اب کوئی حرکت کی تو گردن توڑ دوں گا۔" بلیک زیرو کے [illegible]شدید غراہٹ تھی۔

[illegible]وان نے جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ بلیک زیرو اسے گھسیٹتا ہوا سڑک

ـــــہ ایک طرف لے گیا۔

" تمہارا نام " ـــــــ بلیک زیرو نے اس کی گردن پر معمولی
بڑھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

" تمہاری موت " ـــــــ نوجوان نے غراتے ہوئے کہا اور دو
لمحے وہ بجلی کی طرح اچھلا اور بلیک زیرو کے ہاتھوں سے نکلتا چلا
بلیک زیرو نے تیزی سے لات گھمائی لیکن وہ نوجوان بھی غنڈ
پھرتیلا نکلا۔ اس نے جھکائی دے کر خود کو بچایا اور پلک جھپکتے
نے بلیک زیرو کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور بلیک زیرو
ہوا سا منڈ میں موجود درخت کے تنے سے جا ٹکرایا۔

درخت سے ٹکراتے ہی بلیک زیرو جھنجھلا گیا۔ وہ خواہ مخواہ ا
میں وقت ضائع کر رہا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ہائی جمپ لگ

ادھر عین اسی لمحے وہ نوجوان کسی چیتے کی مانند اچھلا اور یہ
بدقسمتی تھی کہ عین اس لمحے بلیک زیرو اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ او
ہوا میں اڑتا ہوا ایک دھماکے سے درخت سے جا ٹکرایا۔

بلیک زیرو نے پلک جھپکتے میں اسے چھاپ لیا اور پھر لات
پر رکھ لیا۔ جلد ہی وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

" جلدی بتاؤ ـــــــ تمہارا نام "۔

بلیک زیرو نے اس کی گردن پر بازو کا دائرہ تنگ کر
لہجے میں کہا۔

" جیگر " ـــــــ نوجوان کے منہ سے خرخراہٹ سی نکلی۔
شدت سے اس کی آنکھیں باہر ابل آئی تھیں۔

" قلعے کے متعلق تفصیل سے بتاؤ " ـــ بلیک زیرو نے بازو کو جھٹکا دیتے
ـــے کہا۔

اور پھر جیگر نے بلیک زیرو کو تمام تفصیلات بتا دیں۔ دوسرے
بلیک زیرو کا ہاتھ اٹھا اور پھر جیگر کی کنپٹی پر ایک زوردار مکہ پڑا اور
کے ساتھ ہی بلیک زیرو نے ریوالور نکال کر دستہ اس کی کھوپڑی
پوری قوت سے جما دیا۔

جیگر دو وار دل ہی میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ اب کم از کم دو گھنٹوں کے لئے
ہوش ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو نے تسلی کرنے کے بعد اٹھ کر اسے کاندھے پر لادا اور پھر
موٹر سائیکل کے قریب لا کر اسے زمین پر پٹخ دیا۔

موٹر سائیکل کے ساتھ لٹکے ہوئے بیگ سے اس نے ایک رسی
ی اور بے ہوش جیگر کے ہاتھ پاؤں اچھی طرح باندھ دیئے پھر جیب
رومال نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

اب وہ اطمینان سے اٹھا اور دوبارہ قلعے کی طرف چل دیا۔ اب اسے
کے متعلق تمام تفصیل کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان
سے چل رہا تھا۔

جلد ہی قلعے کے گیٹ سے ہوتا ہوا وہ اس شکستہ کھوٹھڑی میں
پہنچ گیا جہاں سے نیچے تہہ خانوں کو راستہ جاتا تھا۔

اینٹ دباتے ہی راستہ بن گیا اور بلیک زیرو نیچے اتر گیا۔ سامنے
دروازہ تھا جہاں پہلی دفعہ اس نے چیک ہونا تھا۔ اس نے جیب
سے نقاب نکال کر چہرے پر چڑھا لیا۔ اب آنکھوں کے سوا اس کے

چہرے کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیب سے اس نے ریوالو
اور پھر سامنے بند دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

مخصوص انداز میں دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ سامنے
غیر ملکی نوجوان ریوالور تانے کھڑا تھا۔

اپنے سامنے اس نقاب پوش کو کھڑا دیکھ کر وہ حیرت سے
رہ گیا۔

اس نے ریوالور کے ٹریگر پر اپنی انگلی کی گرفت سخت کر دی۔

"باس کہاں ہیں نمبر تھری"۔ بلیک زیرو نے بڑے اطمینا
سے اسے مخاطب کیا

"تم ــــ مگر تم کون ہو"۔

نوجوان بلیک زیرو کے اس اطمینان پر نروس سا ہو گیا۔

"جلدی کرو ــــ مجھے باس کے پاس لے چلو۔ میں ہیڈ کوار
سے ایک اہم خبر لایا ہوں"۔

بلیک زیرو نے اس بار قدرے سختی سے کہا۔

"کوڈ" ــــ نوجوان بھی شاید شش و پنج میں مبتلا ہو گیا تھا

"اے ون الیون ون"۔

بلیک زیرو نے اطمینان سے جیگر کا بتلایا ہوا کوڈ نمبر دہرا دیا۔ و
وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ جیگر نے اسے صحیح معلومات د
ہوں۔

کوڈ سنتے ہی نوجوان کا سر جھک گیا۔

"میرے ساتھ آؤ"۔ اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

اور بلیک زیرو اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے اس کے
پیچھے چل پڑا۔

مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے رہنمائی کرنے والا نوجوان
ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔

اس نے دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک
اس کے پیچھے کھڑے ہوئے بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ
اس کے منہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کھوپڑی ریوالور کے
دستے سے بجا دی۔

دوسری ضرب پر ہی نوجوان ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ بلیک زیرو کے
ہاتھوں پر جھول گیا۔ بلیک زیرو نے حفظ ماتقدم کے طور پر دو مرتبہ مزید
ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر آزمایا۔ اور پھر اسے ہاتھوں پر اٹھا کر
ایک تاریک کونے میں ڈال دیا۔

راہداری قطعی سنسان تھی۔ اس لئے اسے زیادہ فکر بھی نہیں تھی۔
اب وہ دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ وہ دروازہ لوہے کا بنا ہوا
تھا اور اس میں معمولی سی جھری بھی نہیں تھی۔ اس لئے اندر دیکھنے کا
کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بلیک زیرو نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اسے اوپر
چھت کے قریب اینٹوں کا بنا ہوا روشندان نظر آ گیا۔ اس کی درزوں
سے روشنی کی ہلکی ہلکی شعاعیں باہر نکل رہی تھیں لیکن روشندان تک
پہنچنے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

بلیک زیرو نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے پرانی دیوار میں جا بجا

کھانچے بنے ہوئے نظر آئے۔

شاید پرانے زمانے میں انہیں چراغ رکھنے کے کام میں لایا جاتا ہوگا۔ چنانچہ اس نے ریوالور جیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے وہ چھپکلی کی طرح کھانچوں پہ پیر رکھتا اور ہاتھ سے پکڑتا اوپر چڑھتا چلا گیا۔

اسے توازن برقرار رکھنے کے لئے خاصی محنت کرنا پڑ رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے کمر کے بل فرش پہ گر پڑے گا۔ مگر وہ دیوار سے چمٹا ہی رہا۔

چند لمحوں کی جان توڑ اعصابی کوشش کے بعد اس کا چہرہ روشندان کے قریب پہنچ گیا۔

اس نے اپنی ایک آنکھ جھری سے لگا دی۔ اس سے اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ روشندان میں لگی ہوئی اینٹوں کی بناوٹ ہی ایسی تھی کہ جھری سے اندر کا پورا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

اندر نظر پڑتے ہی بلیک زیرو چونک پڑا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا جس کے درمیان چار نقاب پوش کھڑے تھے۔ ان کے نقاب ڈاکٹروں کے سے تھے۔ جیسے ڈاکٹر آپریشن کرنے کے لئے منہ پر چڑھاتے ہیں

ایک ڈاکٹر کے ہاتھ میں سرنج تھی اور وہ عمران کو انجکشن لگانے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمران بے ہوش تھا۔ میز کے قریب ہی ایک ٹرالی پر مختلف آلات کے ساتھ ساتھ دواؤں کی بوتلیں موجود تھیں

"یہ کیا کر رہے ہیں"۔ بلیک زیرو نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس کے جسم میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

"مجھے فوراً عمران کو بچانا چاہیئے ——— نجانے یہ کیا کریں"۔ بلیک زیرو نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا۔ مگر وہ یہ نہ دیکھ سکا کہ سرنج خالی تھی۔

صاف ظاہر تھا کہ وہ انجکشن لگا چکے تھے۔

یہ، ایک کافی بڑا ہال تھا جس میں تیز روشنی ہو رہی تھی درمیان
میں ایک آپریشن ٹیبل تھی جس کے اوپر خاصا بڑا فانوس لٹک رہا تھا
ہال میں چاروں طرف لمبی لمبی میزوں پر پیچیدہ سائنسی آلات اور
مشینیں پڑی تھیں۔ پہلی ہی نظر میں یہ ہال کسی سائنسدان کی
لیبارٹری معلوم ہوتا تھا۔

ہال میں اس وقت تین آدمی چہروں پر ڈاکٹروں والے نقاب
چڑھائے کھڑے تھے۔ وہ تینوں ہال کی مغربی دیوار میں بنے ہوئے
ایک چھوٹے سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر ایک خاصے بھاری بھرکم تن
توش کا آدمی ہال میں داخل ہوا۔ اس نے پورے چہرے پر سفید نقاب
چڑھایا ہوا تھا اور آنکھوں پر سیاہ عینک موجود تھی۔

اس کے اندر آتے ہی پہلے سے موجود تین نقاب پوشوں میں

زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔ وہ بیک وقت مؤدب اور مضطرب نظر آنے
لگے۔

نووارد نقاب پوش تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان تینوں کے قریب پہنچا
"او۔کے" ـــــــ اس نے بھاری مگر سپاٹ آواز میں پوچھا۔
"یس باس" ـــــــ ان تینوں نے بیک وقت مؤدب لہجے میں جواب
دیا۔

اور باس نے آگے بڑھ کر ایک ستون پر فٹ سوئچ بورڈ پر ایک
سرخ بٹن دبا دیا۔

بٹن دبتے ہی ہال کی شمالی دیوار درمیان سے شق ہوئی اور پھر ایک
سٹریچر اٹھائے دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے اسٹریچر آپریشن
ٹیبل کے قریب لا کر رکھ دیا۔

"جاؤ" ـــــــ باس نے سٹریچر لانے والوں کو حکم دیا۔
وہ دونوں خاموشی سے واپس اسی راستے سے ہال سے باہر چلے
گئے۔ ان کے جاتے ہی باس نے بٹن دوبارہ دبایا اور دیوار برابر ہو
گئی۔

سٹریچر پر عمران بے ہوش پڑا تھا۔
"اسے اٹھا کر ٹیبل پر ڈالو اور تسموں سے اچھی طرح باندھ دو"
باس نے ان تینوں کو حکم دیا۔
وہ تینوں بڑی پھرتی سے سٹریچر کی طرف بڑھے۔ دوسرے لمحے
عمران آپریشن ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں میز کے ساتھ
منسلک تسموں سے اچھی طرح کس دیئے گئے۔

ایک نقاب پوش ایک سائیڈ سے ٹرالی گھسیٹ کر قریب لے آیا اس پر مختلف دوائیں اور آلات پڑے ہوئے تھے۔

باس نے ٹرالی سے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر اسے عمران کے دل پر لگایا اور دوسرا سرا اس نے ٹرالی میں پڑی ہوئی ایک کیمرہ نما مشین کے ساتھ فٹ کر دیا۔

اس کیمرہ نما مشین کا بٹن دبتے ہی اس کا ڈائل روشن ہو گیا اور پھر ڈائل پر سرخ سوئی تیزی سے مختلف ہندسوں کی طرف دوڑنے لگی۔ جلد ہی وہ ۰۰۰ ۸ نمبر پر جا کر رک گئی۔

"ویری گڈ" ——— باس نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ اور پھر بٹن آف کر دیا۔ اور آلہ بھی ہٹا کر واپس ٹرالی میں رکھ دیا۔

"یہ نوجوان انتہائی طاقتور دل کا مالک ہے۔ میں نے اتنے طاقتور دل اپنی زندگی میں ایک دو ہی دیکھے ہیں"۔

"اچھا ——— میں انجیکشن تیار کر لوں"۔ باس نے کہا۔

پھر اس نے ٹرالی میں ایک بڑے سے برتن میں پڑی ہوئی چھوٹی سی سرنج نکالی اور پھر اس میں سوئی لگا کر اس نے ٹرالی میں پڑی ایک سبز رنگ کی چھوٹی سی شیشی کے ربڑ کے ڈھکن میں سرنج کی سوئی گھونپ دی۔

چند لمحوں میں سرنج سبز رنگ کے سیال سے بھر گئی۔ اس کے بعد باس نے وہ دوا ایک اور شیشی میں انڈیلی جس میں پہلے سے زرد رنگ کا محلول معمولی مقدار میں موجود تھا۔

سبز دوائی اور زرد محلول کو اچھی طرح مکس کر کے اس آمیزے کو

دوبارہ سرنج میں بھر لیا گیا۔

اب باس نے بغور ایک دفعہ سرنج کو دیکھا اور پھر ان تینوں سے مخاطب ہوا۔

"اس ملک کے کسی باشندے پر میرا یہ پہلا تجربہ ہو گا۔ اور میز پر یہ جو نوجوان لیٹا ہے اس کے متعلق تم زیادہ نہیں جانتے۔ مگر میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ کافی عرصہ پہلے ایک بار میں اس کے ہاتھوں عبرتناک شکست کھا چکا ہوں۔

"آپ شکست کھا چکے ہیں" ——— تینوں نے یوں اپنی حیرت کا اظہار کیا جیسے یہ تصور ہی ان کے لئے ناممکن ہو۔

"ہاں ——— میں حقیقت پسند فطرت کا مالک ہوں۔ واقعی تم لوگوں کے لئے میں ناقابل شکست ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ عمران مجھ سے ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ اس دفعہ میں واقعی ناقابل شکست بن کر آیا ہوں۔ اور نتیجہ ظاہر ہے کہ عمران میرے سامنے بے بس پڑا ہے۔ اس انجیکشن کے لگنے کے بعد اس غریب کی حالت قابل رحم ہو جائے گی۔ میں پھر آزاد ہوں ——— اس ملک پر میرا راج ہو گا۔ دنیا کی کوئی طاقت پھر میرے کام میں دخل اندازی نہیں کرے گی۔ چند لمحوں بعد میرے راستے کا سب سے بڑا پتھر ایک طرف ہٹ جائے گا۔"

پروفیسر نے باقاعدہ تقریر کر ڈالی۔

"مگر باس ——— کیا یہ واقعی وہی عمران ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے اور اکثر کرتے رہتے ہیں"۔ ایک نقاب پوش نے

جھجکتے ہوئے پوچھا۔

اور باس یوں چونک پڑا جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

"تمہیں اس پر کیسے شک ہوا۔" اس نے بڑے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"سر ——— جس آسانی سے یہ اغوا ہوا ہے اور وہ بھی دو معمولی سے کارکنوں کے ہاتھوں ——— اور اب جتنی بے بسی سے اس بیڈ پر پڑا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کے متعلق سنے ہوئے افسانے غلط تھے۔ یا پھر یہ وہ شخص نہیں۔

نقاب پوش نے اپنے شک کی پوری وضاحت کی۔

"ہونہہ ——— تم اپنی جگہ سچے ہو۔ مگر یہ اصلی عمران ہے۔ اسی لئے میں نے اس کا ہارٹ چیک کیا تھا۔ دراصل تم نہیں سمجھتے۔ یہ اپنی ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کی بناء پر قابو میں آیا ہے۔ ورنہ دو کارکن کیا ان جیسے ایک سو کارکن بھی اسے اس کی مرضی کے خلاف یہاں نہیں لا سکتے تھے۔ یہ دراصل اصل حالات جاننے کے لئے ان کارکنوں کے ساتھ خود چلا آیا ہے اور اس کے علاوہ اس نے مزید کوئی شدید حرکت بھی اسی لئے نہیں کی کہ وہ جانتا تھا کہ جس لمحے بھی وہ چاہے یہاں سے فرار ہو سکتا ہے۔ اور یہی خود اعتمادی اسے لے ڈوبی ——— اب تجربے کے بعد اسے اس کے فلیٹ میں پھینک دوں گا اور خود بھی یہ قلعہ چھوڑ دوں گا اور واپس ہیڈ کوارٹر چلا جاؤں گا۔ اس کے بعد اس ملک میں میرا اصل مشن شروع ہوگا۔"

باس نے وضاحت کی۔

اس دوران وہ سرنج میں موجود محلول کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"اب انجکشن لگ جانا چاہیئے۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے آگے بڑھ کر عمران کے بازو پر سے قمیض ہٹا کر اس نے آہستہ سے سوئی گوشت میں داخل کر دی۔ پھر سرنج میں بھرا ہوا محلول آہستہ آہستہ عمران کے جسم میں داخل ہوتا چلا گیا۔ اور سرنج خالی ہوتی چلی گئی۔

جب سرنج میں موجود محلول کا آخری قطرہ بھی عمران کے جسم میں داخل ہو گیا تو باس نے ایک جھٹکے سے سوئی باہر کھینچ لی۔

"ہا ہا" ——— باس نے ایک زبردست فاتحانہ قہقہہ لگایا۔

"میں نے عمران سے آخر کار انتقام لے لیا۔ آج کے بعد عمران دوبارہ میرے مقابلے میں کبھی نہیں آ سکے گا۔ میں نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ در گور کر دیا ہے۔"

باس خوشی سے چیخ رہا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ۔" اس نے نقاب پوشوں سے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ نقاب پوش آگے بڑھتے اچانک ہال کے دروازے پر زور زور سے دستک دی جانے لگی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے" ——— باس کے لہجے میں تشویش کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

اس نے آگے بڑھ کر ستون پر موجود ایک سوئچ آن کر دیا۔ سوئچ کے آن ہوتے ہی دروازہ تیزی سے کھلتا چلا گیا۔

"ہینڈز اپ ——— خبردار اگر حرکت کی تو"
دروازے میں موجود نقاب پوش نے سائیلنسر لگے ریوالور کو حرکت
دیتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو" ——— باس نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں
پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں مگر اب تمہیں موت سے کوئی نہیں بچا سکتا
یہ سرنج پھینک دو۔ تم اس آدمی کو انجکشن نہیں لگا سکتے"۔
بلیک زیرو نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"میں تو اسے ہوش میں لانے کے لئے انجکشن لگا رہا تھا۔ تم کہ
ہو تو نہیں لگاتا۔

"نقاب پوش نے سرنج پھینکنے کے لئے ہاتھ ہلایا۔ مگر دوسرے
لمحے بلیک زیرو کے منہ سے بے اختیار سسکاری سی نکلی۔

اس کے ہاتھ سے اچانک ریوالور نکل کر نیچے جا پڑا۔ نقاب پوش
نے عجیب داؤ کھیلا تھا۔

اس نے سرنج نیچے پھینکنے کی بجائے ہاتھ کو ایک تیز جھٹکا دیا تھا
سرنج کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح عین بلیک زیرو کے اس ہا
کی کلائی سے ٹکرائی جس میں اس نے ریوالور پکڑا ہوا تھا۔

سرنج میں لگی ہوئی باریک سوئی اس کے جسم میں گھستی چلی گئی
اور اس شدید اور اچانک دھچکے سے اس کا ریوالور بھی نکل گیا۔

"اب تم اپنے ہاتھ اونچے کر لو" دوسرے لمحے نقاب پوش نے
جیب سے ریوالور نکال کر بلیک زیرو پر تان لیا۔

مگر بلیک زیرو اب غصے کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ
اونچے کرنے کی بجائے ایک ہاتھ سے اپنے بازو سے سرنج کی سوئی
نکالی اور پھر اسے نیچے پھینک دیا۔ دوسرے لمحے وہ پھرتی سے اپنی
جگہ سے ہٹ گیا۔ یہ ایک ڈاج تھا۔

اس نے پہلے اپنے جسم کو بائیں طرف حرکت دی تھی۔ نقاب پوش
نے بھی اضطراری طور پر بائیں طرف ریوالور کا رخ کر دیا تھا۔ اور دوسرے
لمحے اس نے گولی چلا دی۔

بلیک زیرو انتہائی تیزی سے دائیں طرف ہو گیا اور پھر اس نے
نقاب پوش کو دوسری گولی چلانے کی مہلت ہی نہ دی۔ وہ شاہین کی
کی طرح اڑتا ہوا اس سے ٹکرا چکا تھا۔

نقاب پوش اس کے دھکے سے پیچھے کھڑے ہوئے تینوں نقاب
پوشوں میں سے ایک سے ٹکرا کر فرش پر گر گیا۔

باقی دو نقاب پوش بلیک زیرو پر پل پڑے اور پھر ہال میں زوردار
جنگ چھڑ گئی۔

بلیک زیرو کے مقابلے میں چاروں نقاب پوش کافی طاقت ور اور
لڑائی بھڑائی کے فن کے ماہر تھے مگر مقابل میں بھی بلیک زیرو تھا جس
کی صلاحیتوں پر عمران کو بھی فخر تھا۔

اچانک باس نے لڑتے لڑتے ستون کی طرف چھلانگ لگائی اور
دوسرے لمحے اس نے ستون پر موجود سوئچ بورڈ پر موجود ایک
سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا

سرخ رنگ کا بٹن دبتے ہی ایک ہلکی سی آواز پیدا ہوئی اور پھر ستون

کے قریب فرش اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔

سب سے پہلے باس اس میں اتر گیا اور پھر بلیک زیرو سے لڑائی چھوڑ کر وہ تینوں بھی اچانک پلٹے اور دوسرے لمحے وہ اس میں اترتے چلے گئے۔

بلیک زیرو عمران کی طرف لپکا تھا مگر اسی لمحے عمران کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"ارے کیا ہو رہا ہے بھائی"۔

بلیک زیرو ٹھٹھک کر رک گیا۔ خلا دوبارہ برابر ہوتا چلا گیا۔

بلیک زیرو تیزی سے عمران کے قریب آیا اور پھر اس نے تسموں کے کلپ تیزی سے کھولنے شروع کر دیئے۔

عمران بڑی حیرت سے بلیک زیرو کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے پہچان رہا ہو کہ اس نقاب کے پیچھے کون ہے۔

"چلیے عمران صاحب ــــ جلدی نکل چلیے"۔ بلیک زیرو نے عمران کو آزاد کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"ارے تم مجھے نکالنا چاہتے ہو۔ کیا اغوا بالجبر کا ارادہ ہے۔ میرے نکل جانے کے بعد میرے ماں باپ دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے"۔

عمران اب میز سے اتر کر کھڑا ہو چکا تھا۔

مگر بلیک زیرو نے اس کی ایک نہ سنی اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دروازے سے باہر نکلتے ہی دونوں راہداری میں بھاگنے لگے۔

راہداری سنسان پڑی تھی۔

جلد ہی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بلیک زیرو عمران کو اس شکستہ کوٹھڑی سے نکالتا ہوا پرانے قلعے کے صحن میں لے آیا۔

"ارے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو"۔

عمران نے بڑے سرگوشیانہ انداز میں بلیک زیرو سے پوچھا۔ لیکن بلیک زیرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس عمران کا ہاتھ پکڑے بھاگتا رہا اسے خطرہ تھا کہ کسی وقت بھی ان دونوں پر کہیں سے فائرنگ کھولی جا سکتی تھی اور وہ دونوں یقیناً اس اندھی فائرنگ کا شکار ہو سکتے تھے

مگر شاید وہ ان دونوں کو وہاں سے نکلنے کا موقع خود مہیا کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے ان کے راستے میں معمولی سی بھی رکاوٹ نہ آئی۔ وہ جلد ہی موٹر سائیکل کے پاس پہنچ گئے

بلیک زیرو نے جیب سے چابی نکالی اور پھر اچھل کر موٹر سائیکل پر سوار ہو گیا۔ بے ہوش نوجوان ابھی تک وہیں پڑا تھا۔

سیلف سٹارٹ بٹن دباتے ہی موٹر سائیکل کا بے آواز انجن جاگ اٹھا اور دوسرے لمحے بلیک زیرو نے کلچ دبا کر گیئر بدل دیا۔

لیکن اسے احساس ہوا کہ عمــران ابھی موٹر سائیکل پر نہیں بیٹھا۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو عمران واپس قلعے کی طرف جا رہا تھا۔

اور بلیک زیرو عمران کی اس حرکت پر حیــران رہ گیا۔ اس کے دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ کہیں عمران کا دماغ تو ماؤف نہیں ہو گیا۔

اب اس کے ذہن میں آیا کہ جب اس نے روشندان سے دیکھا تھا اور پھر دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوا تھا تو سرنج خالی تھی۔ اس کا

مطلب یہ تھا کہ مجرموں نے کوئی دوا عمران کے جسم میں داخل کر دی ہے
بلیک زیرو نے ایکسیلیٹر دبایا اور پھر موٹر سائیکل عمران کے پیچھے ڈال
دی۔ عمران زیادہ تیزی سے نہیں دوڑ رہا تھا۔

اس لیے دوسرے لمحے موٹر سائیکل اس کے قریب جا کر رک گئی۔

"عمران صاحب ۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جلدی سے
میرے پیچھے بیٹھیے ورنہ وہ حملہ کر دیں گے۔"

بلیک زیرو نے عمران سے کہا۔

عمران جو موٹر سائیکل کے قریب پہنچتے ہی رک گیا تھا، مجرموں کے
حملے کا سنتے ہی خوفزدہ ہو گیا۔

"کیا واقعی مجرم حملہ کر دیں گے ۔۔۔ بچاؤ ۔۔۔ خدا کے
اے نقاب پوش درندے ۔۔۔ اوہ۔ اوہ۔ معاف کرنا نقاب پو
فرشتے ۔۔۔ مجھے بچاؤ۔"

"عمران کے لہجے میں شدید خوف کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اور بلیک ز
عمران کی اس بے مثال اداکاری پر حیران رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ
بے مثال ایکٹر ہے۔

اس نے عمران کو موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھنے کے لئے کہا

عمران اچھل کر موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ گیا۔

بلیک زیرو نے موٹر سائیکل واپس موڑی اور پھر وہ گیئر پہ گیئر
چلا گیا۔

ٹاپ گیئر لگتے ہی اس نے ایکسیلیٹر پوری قوت سے موڑ دیا
موٹر سائیکل ہوا ہو گیا۔

"ارے ۔۔۔ ارے آہستہ چلاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

موٹر سائیکل کی رفتار تیز ہوتے ہی عمران نے چیخ کر بلیک زیرو
سے کہا لیکن بلیک زیرو بھلا کب عمران کے اس بھرتے میں آنے
والا تھا۔

اس نے رفتار کچھ اور بڑھا دی اور عمران کے منہ سے اب باقاعدہ
چیخیں نکلنے لگیں جیسے وہ انتہا سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہو۔

کراسنگ مڑتے ہی اچانک ایک تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی
اور بلیک زیرو نے کسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے رفتار آہستہ کر لی۔

گڑگڑاہٹ کے چند لمحوں بعد ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ دھماکہ اتنا
شدید تھا کہ زمین لرزنے لگی تھی۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے بریک لگا کر
موٹر سائیکل روک دی۔

موٹر سائیکل رکتے ہی عمران نیچے اتر آیا۔ اور پھر بلیک زیرو کی نظر
بلندی پر موجود پرانے قلعے پر پڑی۔ جس سے شعلے نکل رہے تھے۔ تمام
قلعہ آگ کی لپیٹ میں تھا۔

"ہونہہ" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

اب اس دھماکے کا راز اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ مجرموں نے ان
کے نکل جانے پر اپنا اڈہ تباہ کر دیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے
فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کے ممبران کو قلعے کی تلاشی کا حکم ضرور
دے گا۔

عمران بیوقوفوں کی طرح منہ پھاڑے قلعے کی طرف دیکھ رہا تھا۔
بلیک زیرو نے نقاب اتار کر جیب میں ڈالا اور پھر عمران سے

مخاطب ہوا۔

"بیٹھئے عمران صاحب"۔

اس نے بڑے مودبانہ انداز میں کہا۔

"میں نہیں بیٹھتا —— تم تیز چلاتے ہو"۔

عمران نے بچے کی طرح روٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب آہستہ چلاؤں گا۔ آپ بیٹھیں تو سہی"۔

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔

دوسرے لمحے موٹر سائیکل پھر تیز رفتاری سے شہر کی طرف بھاگنے لگی۔

ملک کے وزیر دفاع جناب عطاء الرحمٰن اپنے خوبصورت دفتر میں ایک اہم فائل کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ جیسے جیسے وہ فائل پڑھتے جاتے، ان کے چہرے پر سلوٹوں کی تعداد کچھ بڑھتی جا رہی تھی۔

پھر ایک طویل سانس لے کر انہوں نے فائل بند کر دی اور خود سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جیسے وہ کسی گہرے مسئلے پر سوچ بچار کر رہے ہوں۔

اچانک بجنے والی ٹیلیفون کی گھنٹی نے ان کے لئے الارم کا کام کیا، اور پھر وہ چونک کر سیدھے ہو گئے۔ انہوں نے رسیور اٹھا لیا۔

"سر —— کمانڈر انچیف آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔ ان کی پرسنل سیکرٹری کی شیریں آواز سنائی دی۔

"کنکٹ کرو" —— وزیر دفاع نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اور پھر کمانڈر انچیف کی سخت آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ہیلو سر —— میں ریاض بات کر رہا ہوں"۔

"یس جنرل ریاض —— کیا بات ہے —— فون کرنے کا مقصد"۔

وزیر دفاع نے سرد سے لہجے میں پوچھا۔

"سر! میں نے کل آپ کے مطالعے کے لئے ایک فائل زیرو زیرو تھری ارسال کی تھی۔ امید ہے آپ نے اسے پڑھ لیا ہوگا"۔ کمانڈر انچیف جنرل ریاض نے کہا۔

"ہاں — میں ابھی ابھی اس فائل کو دیکھ رہا تھا۔ یہ انتہائی عجیب بات ہے جو آپ نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے کہ پچھلے چند دنوں سے ہماری فوج کا مورال تیزی سے گرتا چلا جا رہا ہے۔ بڑے افسروں سے لے کر عام سپاہی تک انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔"

وزیر دفاع نے جواب دیا۔

"یس سر —— میں اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا تھا"۔

کمانڈر انچیف نے جواب دیا۔

"تو بہتر ہے آپ میرے پاس آجائیں۔ فون پر ایسی بات ٹھیک نہیں"۔ وزیر دفاع نے جواب دیا۔

"او کے سر —— میں ابھی آرہا ہوں"۔ کمانڈر انچیف نے کہا۔

اور پھر سلسلہ ختم ہوگیا۔

وزیر دفاع نے ریسیور رکھ دیا اور دوبارہ فائل کھول کر بیٹھ گئے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد سیکرٹری نے انٹرکام پر کمانڈر انچیف کی آمد کی اطلاع دی۔ اور پھر ان کے اجازت دینے پر کمانڈر انچیف جنرل ریاض اندر آگئے۔

"ریٹائرنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں —— ذرا اطمینان سے گفتگو ہوگی"۔ وزیر دفاع نے کہا۔

اور پھر فائل ہاتھ میں اٹھائے وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ملحقہ ریٹائرنگ روم میں جا بیٹھے۔

"ہاں —— اب بتلاؤ —— یہ رپورٹ آپ کے پاس کیسے پہنچی اور یہ سب کچھ کیسے ہوا"۔

وزیر دفاع نے سوال کیا۔

"سر —— تین دن پہلے مجھے پہلی بار ملٹری انٹیلی جنس سے ایک خفیہ رپورٹ ملی جس میں اس بات کا ذکر تھا کہ اچانک ہماری فوج میں بزدلی کے نظریات پھیل گئے ہیں اور ہر شخص جنگ سے خوفزدہ ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی تھی بلکہ یہ لکھا گیا تھا کہ اس پر تحقیق شروع کر دی گئی ہے —— دوسرے دن پھر رپورٹ ملی جو پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک تھی —— ایک سکیم میں فوجی افسروں اور سپاہیوں نے بدترین بزدلی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سکیم کے دوران ہی افسر اور سپاہی ایکدوسرے سے یوں جان بچانے کے لئے بھاگے جیسے وہ بزدل بھیڑیں ہوں۔

اس کے بعد مجھے ایک اور رپورٹ ملی جس میں یہ بتلایا گیا تھا کہ ہماری فوج مکمل طور پر بزدل ہو چکی ہے اور اب یہ کسی چھوٹے سے ملک کے سامنے بھی مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی اور کہاں ہمسایہ دشمن ملک کی پانچ گنا فوج۔ جبکہ اس سے پہلے تعداد میں کم ہونے کے باوجود سپاہی اور آفیسر کا مورال اتنا بلند تھا کہ وہ پانچ گنا فوج کو خاطر میں ہی نہ

لاتے تھے۔"

"ہوں —— پھر آپ نے کیا ایکشن لیا۔" وزیر دفاع جو بغور سن
رہے تھے پہلی بار بولے۔

"میں خود ایک سکیم کے معائنے کے لئے گیا تھا اور پھر میں نے وہاں
جو حالات دیکھے میں دنگ رہ گیا۔ رپورٹ میں جو کچھ بتلایا گیا تھا وہ حرف
بحرف درست تھا۔ حالانکہ اس کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں تھی۔
چنانچہ میں نے مسئلے کی فوری اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے آپ
کو اس کی رپورٹ بھیجی تاکہ حکومت اس سلسلے میں فوری ایکشن لے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایکدم تمام سپاہی اور افسر اتنے بزدل ہو
جائیں اور پھر ہمارے ملک کے فوجیوں کا مورال ہمیشہ اتنا بلند رہا ہے
کہ دنیا کی تمام قومیں رشک کرتی رہی ہیں۔ پھر اب کیا ہوا۔ فطرت یا جذ[بہ]
کیسے تبدیل ہو سکتا ہے۔ شیر اپنی فطرت بدل کر گیدڑ کیسے بن سکتا[ہے]
یہ ناممکن ہے۔"

وزیر دفاع نے الجھے الجھے لہجے میں کہا۔

"سر اسی بات پر میرا سر چکرا رہا ہے۔ ایسی بات آج تک دنیا کے
کسی ملک میں وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ہم علی الاعلان کسی کو کہہ
سکتے ہیں کہ ہماری فوج بزدل ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود
حقیقت اپنی جگہ پر اٹل ہے اور ہمیں جلد از جلد اس کا تدارک کرنا
چاہیئے۔ ورنہ اگر یہ صورتحال زیادہ دیر قائم رہی تو یہ بات چھپی نہیں رہے
گی اور ہو سکتا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارا دشمن ہما[رے]
ہم پر حملہ کر دے۔ ظاہر ہے اس صورت حال میں ہم کسی قیمت پر ملک

کو نہیں بچا سکتے۔"

کمانڈر انچیف کے لہجے میں خاصا جوش تھا۔

"سوال یہ ہے کہ آپ بھی تو فوجی ہیں، آپ بزدل کیوں نہیں ہوئے۔"
وزیر دفاع نے بغور جنرل ریاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر —— فی الحال چھاؤنی میں موجود سپاہیوں اور آفیسروں کے ساتھ
یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ چھاؤنیوں سے باہر موجود آفیسرز اور سپاہی ابھی اس
بیماری (اگر اسے بیماری کہا جائے) سے محفوظ ہیں۔"

جنرل ریاض نے جواباً دلیل دی۔

"ہونہہ۔" وزیر دفاع کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے۔ چند لمحوں کی
خاموشی کے بعد وہ اٹھے اور پھر دوبارہ اپنے آفس آ گئے۔

"اچھا —— اب آپ جا سکتے ہیں میں اس واقعہ کو اعلیٰ احکام کی
نظروں میں لاؤں گا۔ ویسے آپ حالات پر کڑی نظر رکھیں مجھے معاملہ کچھ
ضرورت سے زیادہ پُراسرار نظر آ رہا ہے۔"

وزیر دفاع نے جنرل کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔

"او کے سر —— میں خیال رکھوں گا۔" کمانڈر انچیف نے
جواب دیا۔ اور پھر وزیر دفاع سے ہاتھ ملا کر دفتر سے باہر چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی وزیر دفاع نے ریسیور اٹھایا اور سیکرٹری کو
رابطہ سر سلطان سے ملانے کی ہدایت کی۔

چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو —— سلطان سپیکنگ۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی
باوقار آواز سنائی دی۔

"عطاءالرحمٰن سپیکنگ"۔ وزیر دفاع نے بھی جواباً کہا۔

"فرمایئے"۔ سر سلطان نے پوچھا۔

"سلطان صاحب ——— ایک عجیب و پیچیدہ کیس سامنے آیا ہے
مجھے ابھی ابھی اس کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ سے
اس کے متعلق ڈسکس کر لی جائے"۔ وزیر دفاع شاید اپنا مطلب صحیح
طریقے سے واضح کرنے میں ناکام رہے تھے۔ کیونکہ دوسری طرف سے
سر سلطان کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب جناب ——— میں سمجھا نہیں"۔

"بات یہ ہے سلطان صاحب ——— ابھی ابھی کمانڈر انچیف نے
مجھے اطلاع دی ہے کہ پچھلے دنوں سے ہماری چھاؤنی میں موجود فوجی سپاہی
اور آفیسرز کا مورال قطعی گر گیا ہے۔ وہ تمام لوگ اپنی فطرت کے برعکس
انتہائی بزدل ہو چکے ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کی رپورٹ بھی یہی ہے"۔
وزیر دفاع نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"کیا مطلب ——— مورال گر چکا ہے۔ ———————
سمجھا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ سر سلطان کے لہجے سے یوں
ظاہر ہو رہا تھا جیسے انہیں وزیر دفاع کی دماغی صحت پر شک ہو گیا ہو
اور بات بھی ایسی ہی تھی کہ جو بھی سنتا پہلے تو کہنے والے کو پاگل
قرار دیتا۔

"جی ہاں ——— یہی بات ہے"۔
وزیر دفاع نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کمال ہے ——— آپ اتنے عقلمند اور مدبر ہیں۔ اس

بس اور تو کچھ نہیں کہہ سکتا مگر....
سر سلطان بھی الجھ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی
بات کس طرح مکمل کریں۔

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ہر آدمی پہلے یہی سوچتا ہے۔ جب مجھے
پہلے پہل اس بات کی رپورٹ ملی تو مجھے بھی کمانڈر انچیف کی دماغی صحت
پر شک ہو گیا تھا۔ مگر پھر ان سے تفصیلی گفتگو کے بعد میں اس نتیجے
پر پہنچا ہوں کہ معاملہ انتہائی پراسرار اور مشکوک ہے"۔ وزیر دفاع شاید
سر سلطان کا مطلب سمجھ گئے تھے۔

"وہ فائل آپ کے پاس موجود ہے تو مجھے بھجوا دیجئے۔ پوری تفصیل
پڑھنے کے بعد ہی اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں"۔ سر سلطان نے
شاید بات ٹال لینے میں ہی عافیت سمجھی۔

"ٹھیک ہے ——— میں ابھی متعلقہ فائل آپ کے پاس بھیج دیتا
ہوں"۔ وزیر دفاع نے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔
ریسیور رکھنے کے بعد انہوں نے ——— سیکرٹری کو فائل
سیکرٹری وزیر وتھری سر سلطان کو بھیجنے کے احکام نوٹ کرائے اور خود
اٹھ کر دفتر سے باہر چلے گئے۔
ان کا دماغ اس بات پر اتنا الجھ گیا تھا کہ وہ دفتر میں مزید کام کرنے
سے اپنے آپ کو قاصر سمجھ رہے تھے۔

ایک کمرے میں آمنے سامنے دو غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ کمر
کا دروازہ بند تھا۔ اور کمرے کے اندر تیز سبز رنگ کا بلب جل رہا
"باس ——— ہمارا مشن بے حد کامیاب رہا ہے مگر فی الحا
چھوٹے پیمانے پر تجربہ کیا گیا ہے" دوسرے غیر ملکی نے جواب دیا۔
اس سے پہلے کہ پہلا غیر ملکی کوئی جواب دیتا، کمرے میں تیز
کی آواز گونجنے لگی۔
دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ان میں سے ایک
تیزی سے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ لگی ہوئی الماری کے پٹ کھو
دیئے۔ اور اندر پڑے ہوئے ایک بڑے ٹرانسمیٹر کا ہیڈ فون کا
پر چڑھا لیا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا۔
بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز جو اسی ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی،
ہو گئی اور ٹرانسمیٹر میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ غیر ملکی نے ایک نا

گھمانی شروع کر دی اور جب ڈائل کی سوئی ایک سرخ رنگ کے
نشان پر پہنچی تو ٹرانسمیٹر سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے سمندر کی
لہریں ساحل کے ساتھ سر ٹپک رہی ہوں۔
آہستہ آہستہ شور مدھم پڑتا چلا گیا اور پھر ایک بھاری بھرکم آواز
اس کے کانوں سے ٹکرائی۔
"ہیلو ——— چیلنج دی ورلڈ سب ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ ——— اوور"
"یس ——— چیلنج دی ورلڈ سب ہیڈ کوارٹر ——— مارشل سپیکنگ
اوور"۔ غیر ملکی نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔
"مارشل تم مارٹن کو لے کر فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچو۔ آج میں اپنا
مشن نمبر ٹو مکمل کرنا چاہتا ہوں ——— اوور"۔
دوسری طرف سے بھاری بھرکم آواز نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔
"اوکے باس ——— ہم دونوں ابھی پہنچ رہے ہیں۔ اوور"
مارشل نے جواب دیا۔
"تم دونوں مکمل طور پر تیار ہو کر آنا۔ مشن نمبر ٹو بھی تم دونوں نے
ہی سرانجام دینا ہے ——— اوور" باس نے کہا۔
"اوکے باس ——— ہم دونوں یقیناً کامیاب لوٹیں گے ہمیں
اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔ اوور۔"
مارشل نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے ——— میں انتظار کر رہا ہوں ——— ہری اپ۔
اوور اینڈ آل" باس نے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی اور پھر سمندر کی لہروں کا

شور سنائی دینے لگا۔

مارشل نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر ہیڈ فون اتار کر ٹرانسمیٹر کے ہک کے ساتھ لٹکایا اور الماری بند کر دی۔

"مارٹن ——— باس نے طلب کیا ہے وہ مشن نمبر ۲ فوری طور پر انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کے لیئے اس نے پہلے کی طرح ہمیں ہی منتخب کیا ہے۔" مارشل نے مارٹن کو تفصیلات بتائیں۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے مارشل ——— مگر یہ مشن ٹو کیا ہوگا ہے۔" مارٹن نے فخر مندانہ لہجے میں کہا۔

"ڈونٹ وری مارٹن ——— مشن نمبر ٹو جو بھی ہوگا بہرحال مجھے یقین ہے کہ ہم کامیاب لوٹیں گے۔ اب چلو باس انتظار کر رہا ہے۔" مارشل نے اس کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے۔

انہیں ابھی کرسیوں پر بیٹھے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ سامنے کی دیوار روشن ہو گئی۔ اور پھر ایک نقاب پوش چہرہ اس روشنی میں ابھرنے لگا۔ وہ دونوں مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔

وہ یوں اس نقاب پوش چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کسی مقدس دیوتا کے درشن کر رہے ہوں۔

دیوار پر ابھرنے والے چہرے کی صرف آنکھیں اور ہونٹ نظر آ رہے تھے۔ باقی ہر چیز سیاہ نقاب کے پیچھے پنہاں تھی۔

"تم آ گئے مارشل" ——— چہرے کے ہونٹ ہلے۔

آواز انہیں پورے کمرے میں گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"یس باس ——— ہم حاضر ہو گئے ہیں"۔ مارشل نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— اب تم مشن کی تفصیلات سمجھ لو۔ اور پھر مشن پر روانہ ہو جاؤ۔ تم نے ہر قیمت پر کامیاب واپس لوٹنا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میری لغت میں ناکامی کا لفظ صرف لاشوں کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔" باس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور ان دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے انہیں جاڑے کا بخار ہو گیا ہو۔ غیر محسوس طور پر ان کا رواں رواں کانپنے لگا تھا۔ نجانے باس کے لہجے میں کیا جادو تھا۔

"ہم کامیاب لوٹیں گے باس" ——— آخر مارشل نے حواس مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

"او کے وش یو گڈ لک"۔ باس نے جواب دیا۔

اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ غائب ہو گیا۔

اب دیوار سپاٹ تھی۔ دیوار پر روشنی بدستور موجود تھی۔ پھر روشنی میں ایک منظر ابھرنے لگا۔ منظر میں ایک بہت بڑا پانی صاف کرنے کا کارخانہ نظر آ رہا تھا۔ یہ فوجی چھاؤنی کا واٹر کلیننگ کا علاقہ تھا۔ تمام فوجی چھاؤنی کو اس واٹر کلیننگ پلانٹ سے صاف شدہ پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ ایک اہم ترین مقام تھا۔ اس لیئے اس کی حفاظت کا بھی معقول ترین بندوبست تھا۔

"تم دونوں نے اس پلانٹ کے اندر داخل ہونا ہے اور پھر اس کے واٹر اسٹور میں وہ جراثیم ملانے ہیں۔ جو ابھی تمہارے حوالے کیئے جائیں

گے۔" باس نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

" باس ـــــ اگر گستاخی معاف ہو تو ایک سوال کر سکتا ہوں"
مارشل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

" ہاں ـــــ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" باس نے نرم لہجے میں کہا۔

" باس، چھاؤنی میں ہم پہلے ہی وہ جراثیم ملک پلانٹ میں ملا چکے
ہیں جنہوں نے چھاؤنی کے سپاہیوں اور آفیسرز پر خاصا اثر جما لیا ہے
اب پھر چھاؤنی کے پلانٹ میں ان جراثیموں کو ملانے کا کیا فائدہ !"
مارشل نے اپنا اعتراض تفصیل سے پیش کیا۔

" مارشل ـــــ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ جراثیم جو تم نے
ملک پلانٹ میں ڈالے تھے۔ ان کی زندگی بے حد مختصر ہے اس لئے
ان کا حلقہ اثر بھی محدود تھا۔ صرف چوبیس گھنٹے بعد ان جراثیموں کا اثر
ختم ہو جاتا تھا۔

اب جو جراثیم تم نے واٹر پلانٹ میں ملانے ہیں، یہ بے حد طاقتور ہیں
اور تیزی سے اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ اس لئے ان کا حلقہ اثر بھی بے حد
وسیع ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ملک کی فوج آجکل جس عارضی نوعیت
کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی ہے وہ کیفیت مستقل ہو جائے۔"
باس نے جواب میں انہیں تفصیلات سے آگاہ کیا۔

" مگر باس ـــــ کیا صرف چھاؤنی کی فوجوں پر اپنا اثر ڈالنا کافی ہو
گا یا پورے ملک، میں اور خاص طور پر ہمارے ملک کی سرحدوں پر جو
فوج پڑی ہے ان کا کیا ہو گا۔" مارشل نے دوسرا سوال کیا۔

مارشل تمہیں اس معاملے میں دخل دینے کی ضرورت نہیں، جو سوال

تمہارے ذہن میں ابھرا ہے وہ میرے ذہن میں بھی آسکتا ہے، میں
نے اس کا حل سوچ لیا ہے، وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا
فی الحال جو تم سے کہا گیا ہے وہ کرو۔"
اس دفعہ باس کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

" سوری باس" ـــــ مارشل نے قدرے خوف زدہ لہجے میں
کہا۔

" او کے ـــــ اب تم لوگ جاؤ۔ اسی کمرے کی بائیں دیوار
کی دوسری الماری میں تمہیں ان جراثیموں کی شیشی مل جائے گی۔"
باس کی آواز سنائی دی۔ اور پھر دیوار تاریک ہو گئی۔

دیوار کے تاریک ہوتے ہی مارشل اور مارٹن اٹھے اور پھر انہوں
نے بائیں دیوار کی دوسری الماری کھولی اس میں ایک چھوٹی سی بوتل موجود
تھی۔ جس کا منہ کسی مخصوص کیمیکل سے بند کیا ہوا تھا۔ بوتل میں موجود جراثیم
مل کر ایسے محسوس ہو رہے تھے جیسے سبز رنگ کا محلول ہو۔

بوتل چونکہ بالکل چھوٹی تھی اس لیے مارشل نے اسے اٹھا کر
کوٹ کی جیب میں رکھ لیا اور پھر وہ دونوں کمرے کے دروازے
کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بلیک زیرو کے لئے عمران کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ جب سے بلیک زیرو عمران کو براﺅنے قلعے سے واپس لے کر آیا تھا، وہ ایک عجیب سی الجھن میں مبتلا تھا۔

ویسے تو عمران کی ذہنی اور جسمانی حالت قطعی ٹھیک تھی مگر بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ عمران وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ پہلے پہل تو وہ اسے عمران کی اداکاری سمجھتا رہا مگر بعد میں آخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ عمران جو کرتا ہے وہ اداکاری نہیں حقیقت ہے۔

بلیک زیرو کی جان عجیب مشکل میں آن پھنسی تھی۔ وہ عمران کا ماتحت تھا، آفیسر نہیں کہ اسے حکم دے کر اپنی مرضی کے مطابق چلاتا۔ اور عمران کی ذہنی کیفیت کے تحت وہ اس کا کوئی اہم حکم ماننے کے لئے بھی تیار نہیں تھا

آخر اس نے تنگ آ کر ملک کے مشہور نفسیاتی معالج جو چند

دن ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک واپس آئے تھے کو رانا پیلس بلایا۔ اور زبردستی عمران کو اس کے کمرے میں چھوڑ آیا۔

بلیک زیرو نے اپنے آپ کو رانا اور عمران کو اپنا بھائی ظاہر کیا تھا۔ نفسیاتی معالج خالد رشید نے اسے کمرے سے باہر جانے کیلئے کہا اور وہ خود کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران خاموشی سے نفسیاتی معالج کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور نفسیاتی معالج یوں بغور عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ عمران کی بجائے چڑیا گھر میں درآمد شدہ کسی نئے اور عجیب الخلقت جانور کو دیکھ رہا ہو۔

" آپ کا نام "—— معالج نے پہلا سوال کیا۔ لہجہ بے حد نرم تھا۔

" علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی ایس۔ سی (آکسن)"۔ عمران نے بڑی شرافت اور سنجیدگی سے نفسیاتی معالج کو اپنا نام بمعہ اپنی ڈگریوں کے سنا دیا۔

نفسیاتی معالج عمران کی ڈگریاں سن کر یوں چونکا جیسے اسے بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

" آپ ڈی۔ ایس۔ سی ہیں"۔ اس نے یوں آنکھیں پھاڑ کر عمران کو دیکھا جیسے وہ اپنے سامنے کوئی عجوبہ دیکھ رہا ہو۔

اور عمران کے چہرے پر حسب معمول حماقت کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔

" جی ہاں —— ڈی ایس سی ہوں۔ کاش ڈی سی ہوتا۔ یہ ایس یعنی سلیمان نے درمیان میں آ کر میرا حشر کر دیا ہے۔ کمبخت نے مونگ کی دال کھلا کھلا کر معدہ چوپٹ کر دیا ہے۔ اس لئے صاحب

اب مجبوراً ڈی ایس سی ہوں"۔

عمران کی آنکھوں میں ہلکی سی شرارت کی چمک تھی۔ وہ اب نفسیاتی معالج کو گھسنے پر تیار ہو چکا تھا۔

"یعنی سلیمان آپ کا باورچی ہے۔ جو آپ کی ڈپٹی کمشنری کے درمیان رکاوٹ بن گیا ہے۔

نفسیاتی معالج نے کیس کو سمجھنے کے لئے ایک پوائنٹ نکالنا چاہا۔

"ارے، میرے ڈی سی یعنی ڈپٹی کمشنر بننے کا تو کوئی تک ہی نہیں اصل مسئلہ تو سلیمان کا ہے۔ وہ کم بخت میرے لئے ہر وقت ڈپٹی کمشنر بنا رہتا ہے۔ یہ کھاؤ۔ وہ کھاؤ۔ یہ مت کھاؤ۔ وہ مت کھاؤ بس آرڈر چلاتا رہتا ہے"۔

عمران نے ذرا تفصیل سے سلیمان کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔

"اوہ ——— تو دراصل آپ اپنے باورچی سے تنگ ہیں"۔

نفسیاتی معالج نے اطمینان کی سانس لی۔ جیسے اس نے اس پیچیدہ ترین مسئلے کا اصل مرکز ڈھونڈ لیا ہو۔

"جی ہاں ——— بے حد تنگ ہوں۔ اتنا کہ بعض اوقات اوورکوٹ کی بجائے بنیان پہن لیتا ہوں اور وہ اوورکوٹ کی بجائے بالکل فٹ آجاتی ہے۔ بس صرف بازو ننگے رہ جاتے ہیں۔ اس کی مجھے پرواہ نہیں کیونکہ آخر بازو کے مسلز بھی تو کسی کو دکھانے ہیں"۔

عمران نے نفسیاتی معالج کا قافیہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔

" تو آپ باورچی کو نکال کیوں نہیں دیتے۔" نفسیاتی معالج نے

جیسے تمام مسئلہ حل کر دیا ہو۔

" تو صاحب باورچی خانے کا خرچہ کون اٹھائے گا۔ اگر آپ تیار ہوں تو میں اسے آج ہی نکالے دیتا ہوں۔ میرا مینو سن لیجئے۔ ناشتے میں تین جگ پھلوں کا رس، آدھ سیر مکھن، دس پراٹھے اور....."

"بس۔ بس ——— آپ تفصیلی مینو مت بتلایئے میں سمجھ گیا کہ آپ پہلوانوں کی خوراک کھاتے ہیں۔" نفسیاتی معالج شاید اب اپنے مریض کی چرب زبانی سے گھبرا گیا تھا۔

اور عمران خاموش ہو گیا۔

"اچھا عمران صاحب ——— یہ بتلایئے کہ آپ کو اپنے بچپن کا کوئی ایسا واقعہ یاد ہے جو ہمیشہ آپ کے دماغ پر چھایا رہا ہو یا جسے آپ نے ہمیشہ دلچسپ سمجھا ہو"۔ نفسیاتی معالج نے کیس کی ایک اور پہلو سے تحقیقات شروع کر دی۔

"جی ہاں ——— ایک نہیں بلکہ ایک ہزار واقعات میں آپ کو سنا سکتا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ سن لیجئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک تھا بادشاہ، ہمارا تمہارا خدا بادشاہ"۔

عمران نے واقعہ بتانا شروع کیا۔

ارے۔ ارے۔ آپ تو کوئی کہانی سنانے لگے۔

نفسیاتی معالج نے چونک کر کہا۔

" نہیں کہانی نہیں ——— واقعہ سناتا ہوں۔ بچپن میں دادی اماں اسی طرح واقعہ سنایا کرتی تھیں۔ بہرحال سنیئے۔ ایک دفعہ جبکہ میں جماعت چہارم کا طالب علم تھا۔ ہمارے سکول میں ایک ڈاکٹر آیا۔ بڑا مشہور و

معروف ڈاکٹر تھا اور بچوں کے امراض میں ماہر تھا۔

ہمارے سکول کے ہیڈ ماسٹر نے بہت بھاری فیس دے کر اسے بلوایا تھا تاکہ وہ ہم سب بچوں کا طبی معائنہ کرے اور اگر کوئی ہم میں سے بیمار ہو تو اس کا علاج ہو سکے۔ سُن رہے ہیں نا آپ"۔

عمران نے آخر میں ڈاکٹر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر کے چہرے پر موجود ناگواری اور بیزاری کے اثرات صاف نظر آ گئے۔

"ہاں۔ ہاں صاحب ——— سن رہا ہوں۔ بڑا ہی دلچسپ واقعہ ہے"۔ نفسیاتی معالج شاید اپنے پیشے کو دل ہی دل میں گالیاں دے رہا تھا کہ اس پیشے میں کیسی کیسی مصیبتوں سے پالا پڑتا ہے۔

"ہاں تو صاحب ——— اس نے سب بچوں کا معائنہ کیا۔ جب میری باری آئی تو اس نے مجھ سے پوچھا

"ہیلو ماسٹر ——— کیا حال ہے"۔

میں نے جواب دیا۔

"جناب ماسٹروں کا بہت برا حال ہے۔ کوئی بے چارہ بواسیر کا مریض ہے تو کوئی لقوے کا اسیر۔ کسی کو کم سنائی دیتا ہے تو کسی کو دکھائی کم دیتا ہے۔ میں نے اپنے سکول کے ماسٹروں کی بیماری کی تفصیل بیان کرنی شروع کر دی۔"

"ہا ہا ——— تو آپ سمجھے کہ وہ آپ سے ماسٹروں کی بیماریوں کا پوچھ رہا تھا۔ وہ تو آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا"۔

نفسیاتی معالج اس واقعہ سے کافی محظوظ ہوا۔

"ارے آپ سنیئے تو سہی وہ واقعی ماسٹروں کے متعلق پوچھ رہا تھا

عمران نے شرافت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب ——— کیا اس ڈاکٹر کا دماغ خراب تھا"۔ نفسیاتی معالج نے چونک کر پوچھا۔

اسے دراصل اپنی بات کے خلاف معاملہ جاتے دیکھ کر غصہ آ گیا تھا۔

"ارے نہیں ——— صرف اسی ڈاکٹر کا دماغ تو صحیح تھا۔ وہ دراصل مجھے ماسٹر سمجھ رہا تھا"۔

عمران نے وضاحت کے ساتھ ساتھ اس پر بھی چوٹ کر دی

نفسیاتی معالج خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا، نفسیاتی معالج تھا۔ اور مریض تو ڈاکٹروں پر چوٹیں کرتے رہتے ہیں"۔

"آپ چوتھی جماعت میں اتنے بڑے تھے کہ ڈاکٹر آپ کو ماسٹر سمجھ رہا تھا"۔ اب نفسیاتی معالج نے غصے سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں ——— دراصل ہمارے سکول کے ماسٹر چھوٹے تھے"۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اور نفسیاتی معالج بیچارہ عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا دل قہقہہ لگانے کو بھی چاہتا تھا اور رونے کو بھی۔ بہرحال اس کا صرف چہرہ ہی رنگ بدلتا رہا۔ اور وہ اپنے تاثرات زبان سے ادا نہ کر سکا۔

"آپ کو کوئی بیماری تو نہیں"۔ آخر اس نے نیا سوال کر دیا۔

" جی ہاں ـــــ بہت سی بیماریاں ہیں۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

" مثلاً" ـــــ ڈاکٹر نے سوال کیا۔

" مثلاً مجھے آنکھوں کی بیماری ہے۔ دور کی چیز نزدیک نظر آتی ہے۔ اور نزدیک کی دور۔ شمال کی چیز جنوب میں اور مشرق کی مغرب میں یعنی مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے سورج مغرب سے طلوع ہوتا دکھائی دیتا ہے اور مشرق میں غروب ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

یہ تو ہوئی آنکھوں کی بات ـــــ اب ناک لے لیجئے خوشبو کی جگہ مجھے خوشبو اور بدبو کی جگہ مجھے بدبو محسوس ہوتی ہے۔"

" ارے۔ یہ تو کوئی بیماری نہ ہوئی۔" نفسیاتی معالج چونک پڑا۔

" خواہ مخواہ کو نہ ہوئی ـــــ اگر آپ کو خوشبو کی بجائے خوشبو اور بدبو کی بجائے بدبو آئے تو آپ اسے بیماری ہی نہیں کہیں گے۔ آپ کمال کے ڈاکٹر ہیں" عمران اپنی ضد پر اڑ گیا۔

" اچھا صاحب ـــــ میں سمجھ گیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" ڈاکٹر نے بیزار کن لہجے میں جواب دیا۔

" اب منہ کی طرف آئیے" ـــــ عمران شاید تفصیل سے اپنی بیماریاں گنوانا چاہتا تھا۔

" بس جناب ـــــ اتنا ہی کافی ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے" نفسیاتی معالج اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھ رہے ہوں۔

" پھر کب آئیے گا ڈاکٹر صاحب ـــــ آپ سے گفتگو کر کے مجھے اپنا پیٹ ہلکا محسوس ہو رہا ہے۔"

عمران نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر ڈاکٹر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی عمران نے تیزی سے اپنے ہاتھ سے بندھی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور پھر چند لمحوں بعد گھڑی کے ڈائل پر سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمکنے لگا۔

عمران نے گھڑی سے منہ لگایا اور بولا۔

" ہیلو ٹائیگر ـــــ عمران سپیکنگ اوور" عمران نے کہا۔

" یس سر ـــــ ٹائیگر سپیکنگ ـــــ اوور"

دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

" ٹائیگر ـــــ فوراً رانا ہاؤس پہنچو۔ ابھی چند منٹ بعد ملک کا مشہور نفسیاتی معالج ڈاکٹر رشید رانا ہاؤس سے باہر نکلے گا اس کا تعاقب کرو اور مجھے اس کی مکمل رپورٹ دو۔ اوور"۔

عمران نے تفصیل سے ٹائیگر کو حکم دیا۔

" او کے سر" دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

عمران نے ونڈ بٹن آف کر دیا اور خود کمرے سے باہر آ گیا۔

ادھر کمرے کے باہر برآمدے کے کونے میں ڈاکٹر رشید خالد بلیک زیرو کو بتلا رہا تھا کہ تمہارے بھائی کا دماغ بالکل خراب ہو چکا ہے۔ اب یہ مینٹل کیس بن چکا ہے اسے فوراً مینٹل ہسپتال میں

داخل کرا دو ورنہ یہ کیس روز بروز خراب ہوتا جائے گا۔
اور بلیک زیرو بڑی حیرت سے ڈاکٹر کی شکل دیکھ رہا تھا جس کے پاس نفسیات کی اعلیٰ ترین ڈگریاں تھیں اور جو عمران کو پاگل قرار دے رہا تھا۔
"آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب ——— عمران اور پاگل"
بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"جی ہاں رانا صاحب ——— وہ زیادہ پڑھ جانے کی وجہ سے پاگل ہو گئے ہیں اور دوسرے آپ ان کا باورچی تبدیل کر دیں۔ انہیں لاشعوری طور پر اپنے باورچی سے بے حد رقابت ہے۔ وہ شاید شعوری طور پر آپ سے شکایت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ ان سے بڑے ہوں گے"
"اوہ ——— اچھا۔ اچھا ڈاکٹر صاحب۔ میں آپ کی ہدایات کا خیال رکھوں گا۔ آیئے میں آپ کو پورچ تک چھوڑ آؤں"
بلیک زیرو ڈاکٹر کے اس فقرے سے سمجھ گیا کہ عمران نے ڈاکٹر کو جی بھر کر بے وقوف بنایا ہو گا۔ اس لئے اب وہ ڈاکٹر کو ٹالنے کی فکر میں تھا۔
"اوہ ——— آپ تکلیف مت کیجئے میں چلا جاؤں گا"
ڈاکٹر نے انکساری سے کہا۔
اچھا ——— خدا حافظ"
بلیک زیرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
اور ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے شاید اپنی انکساری کے جواب

کی توقع نہیں تھی۔
پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا پورچ کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس کی کار موجود تھی۔
بلیک زیرو واپس مڑا تو اسے سامنے دروازے میں عمران کھڑا نظر آ گیا۔
"کیا حال ہیں طاہر صاحب ——— کتنی فیس دی ہے ڈاکٹر صاحب کو" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"عمران صاحب چھوڑیں فیس کو۔ یہ بتلایئے آپ نے ڈاکٹر بیچارے کو خوب اُلّو بنایا"
بلیک زیرو نے عمران کی بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔
"وہ تو پہلے ہی بنا بنایا اُلّو تھا۔ میں نے اسے کیا اُلّو بنانا تھا البتہ میں نے اسے آئینہ ضرور دکھایا ہے"
عمران نے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔
"عمران صاحب ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ پر اسرار قلعے میں موجود تمام تہہ خانے بالکل تباہ ہو چکے ہیں" بلیک زیرو عمران کو سنجیدہ دیکھ کر اصل معاملے پر اتر آیا۔
"اوہ ——— تم نے چیکنگ کے لئے کن کو بھیجا تھا۔
عمران نے چونک کر پوچھا۔
"صفدر، کیپٹن شکیل اور چوہان گئے تھے۔"
بلیک زیرو نے جواب دیا۔
"ہونہہ ——— ٹھیک ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں اور سنو

آئندہ تم کسی ڈاکٹر وغیرہ کو بلانے کی تکلیف مت کرنا میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہیں خوانخواہ وہم ہو گیا ہے۔" عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ اور پھر پورچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیک زیرو خاموش کھڑا اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں بڑے عجیب خیال آ رہے تھے۔

کیپٹن شکیل، صفدر اور چوہان، جولیا کے فلیٹ میں موجود تھے۔ تاش کی بازی جمی ہوئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر پہلے پرانے قلعے کی تحقیقات سے واپس لوٹے تھے اور انہوں نے جولیا کو اپنی رپورٹ دی اور جولیا نے انہی کے سامنے ایکسٹو کو ان کی رپورٹ پہنچا دی تھی۔

پھر صفدر کی تجویز پر تاش کی بازی جم گئی اور وہ چاروں کھیل میں منہمک ہو گئے۔

کیپٹن شکیل اور جولیا پارٹنر تھے اور دوسری طرف صفدر اور چوہان تھے۔ اچانک کیپٹن شکیل بڑے زور سے چونکا۔

اس نے بغور ادھر ادھر دیکھا اور پھر ناک سکوڑی جیسے وہ کوئی خاص چیز سونگھ رہا ہو۔ اس کے اس طرح چونکنے پر دوسرے افراد بھی چونک پڑے۔ پھر صفدر بولا۔

"مجھے کسی گیس کی بو آ رہی ہے۔"

"ہاں —— مجھے بھی یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے کمرے میں سینتھیلک گیس کی معمولی سی مقدار داخل ہو گئی ہو۔"

کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

اور پھر سب نے پتے پھینک دیئے۔ وہ قدرتی طور پر سنتھیلک گیس کا ذکر آتے ہی ان سب کے ذہنوں نے خطرہ خطرہ چیخنا شروع کر دیا تھا۔

کیپٹن شکیل اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا۔ اچانک گیس کا ایک بھبھکا جو کی ہول سے اندر داخل ہوا تھا اس کی ناک سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے دماغ میں اندھیرا پھیلتا جا رہا ہو۔ اس نے سنبھلنے کی کافی کوشش کی۔ لیکن گیس کا اثر شدید اور فوری تھا۔

دوسرے لمحے وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر آ پڑتا اگر صفدر اور چوہان دوڑ کر اسے سنبھال نہ لیتے۔

صفدر اور چوہان نے اسے سنبھال کر فرش پر لٹا دیا اور پھر ان کے دماغ بھی چکرانے لگے۔

اب کی ہول سے مسلسل کمرے میں گیس کے بھبھکے داخل ہو رہے تھے۔ ڈگمگاتے ہوئے ذہن کے باوجود صفدر نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے دروازے پر فائر کر دیا۔ گولی کی ہول کے بالکل قریب لگی اور دروازے میں سوراخ کرتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک ہلکی سی چیخ بھی سنائی دی۔ مگر پھر اس کے دماغ پر تاریکی کی چادر پھیلتی چلی گئی۔

یہی حال چوہان کا ہوا۔

اور جولیا جو کیپٹن شکیل کی حالت دیکھ کر حیرت زدہ سی ہو کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحوں کے حیرت کے بعد لڑکھڑاتی ہوئی اسی کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔

چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔

پھر کی ہول میں کسی نے چابی ڈال کر گھمائی اور دوسرے لمحے دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ دروازے کی جھری سے ایک چہرہ نظر آیا اور پھر جب اس نے کمرے میں موجود افراد کو بے ہوش دیکھا تو دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے دروازہ پوری طرح کھول دیا گیا۔

نووارد تعداد میں چار تھے اور چاروں غیر ملکی تھے۔ وہ سب دروازہ کھلنے کے بعد تین منٹ بعد خاموشی سے اندر داخل ہوئے اور پھر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

کمرے سے گیس نکل چکی تھی۔

"ایچی سن —— جلدی کرو —— ان سب کو انجکشن لگاؤ۔ البرٹ تم اس فلیٹ کی مکمل تلاشی لو۔ ہری اپ۔"

ایک لحیم شحیم جسم کے مالک غیر ملکی نے جو شاید ان کا انچارج تھا نے دو غیر ملکیوں کو حکم دیا۔

پھر ایچی سن نے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس میں سے ایک بڑی سرنج باہر نکالی۔ دوسری جیب سے اس نے ایک

بوتل نکالی۔ بوتل میں سبز رنگ کا محلول تھا۔ ایچی سن نے سرنج کے آگے
سوئی لگائی اور پھر سوئی بوتل کے منہ پر لگے ہوئے ربڑ میں گھونپ دی
اب وہ محلول تیزی سے سرنج میں داخل ہونے لگا۔ چند لمحوں
بعد آدھی سرنج بھر چکی تھی۔ اور بوتل خالی تھی۔
اس نے سوئی بوتل سے باہر نکالی اور پھر اپنے انچارج کے
قریب کھڑے ایک غیر ملکی کو اشارہ کیا۔
اس نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے صفدر کا بازو ننگا کیا۔
صفدر کے ایک ہاتھ میں ریوالور ابھی تک دبا ہوا تھا۔
"یہی شخص تھا جس نے سالم پر گولی چلائی تھی۔ وہ بیچارہ نیچے کار میں
بیٹھا ٹانگ کی ڈریسنگ کر رہا ہوگا۔"
"اسے مقدار سے زیادہ ڈوز لگانا۔" انچارج نے ایچی سن سے
کہا۔ اور ایچی سن نے سوئی صفدر کے بازو میں داخل کر دی۔
جب ایک مخصوص مقدار میں دوا صفدر کے بازو میں انجیکٹ ہو
چکی تو ایچی سن نے سبز محلول چوہان کے بازو میں بھی انجیکٹ کر دیا۔
اب کیپٹن شکیل کا نمبر تھا۔
اس کے جسم میں دوا انجیکٹ ہونے کے بعد اب سرنج میں ایک
چوتھائی محلول بچ گیا تھا۔
"اس لڑکی کو بھی انجیکشن لگاؤ۔" انچارج نے جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
گیا۔
"او باس ــــــ یہ لڑکی تو غیر ملکی ہے۔ یہ بھلا ان لوگوں کی
ساتھی کیسے ہو سکتی ہے۔ ویسے گرل فرینڈ ہو گی۔" ایچی سن نے

بغور جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہونہہ ــــــ تمہاری بات تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ تینوں اولڈ
فورٹ کی چیکنگ کے بعد سیدھے یہیں آئے ہیں اور اس کے بعد
سے یہ یہاں سے باہر نہیں نکلے۔ ظاہر ہے انہوں نے رپورٹ تو
اپنے کسی انچارج کو پہنچائی ہو گی۔ ہو سکتا ہے یہی غیر ملکی لڑکی ان کی
انچارج ہو۔"
انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"میرے خیال میں اس لڑکی کو انجیکشن لگانے کی بجائے ہیڈ کوارٹر
لے جایا جائے۔ اگر یہ ان لوگوں کی ساتھی ہے تو اس سے بڑی قیمتی
معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہ غیر ملکی ہے اسے اس ملک سے اتنی
گہری ہمدردی نہیں ہو گی۔ اس لئے یہ باآسانی ٹریپ ہو جائے گی۔"
ایچی سن نے رائے پیش کی۔
ٹھیک ہے اسے ساتھ لے چلو"
انچارج نے اس کے خیال کی تائید کی اور پھر ایچی سن کے ساتھی نے
آگے بڑھ کر جولیا کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔
"رابرٹ کیا ہوا۔"
ایچی سن اب رابرٹ کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی ابھی تلاشی سے
فارغ ہو کر اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔
"سر کوئی بھی کام کی چیز نہیں ملی۔ ایک الماری میں صرف ایک
ریوالور اور چند فالتو راؤنڈ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی مشکوک
چیز نہیں ہے۔ میں نے مکمل تلاشی لے لی ہے۔" رابرٹ نے تفصیل

سے رپورٹ پیش کی۔
"او کے۔ چلو اب نکلو۔ اپنے تمام نشانات مٹا دو۔"
انچارج نے حکم دیا اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا
کے پیچھے دوسرے غیر ملکی بھی کمرے سے باہر نکل آئے۔ بیہو
جولیا بدستور ان کے کاندھے پر سوار تھی۔

مارشل اور مارٹن دونوں فوجی وردی پہنے ہوئے بڑے اطمینان
سے فرسٹ چیکنگ پوسٹ پر پہنچے۔ وہ ایک سرخ رنگ کی کار میں سوار
تھے جو مقامی طور پر رجسٹرڈ تھی۔
مارشل نے کیپٹن کا بیج اور مارٹن نے لیفٹیننٹ کا بیج لگایا ہوا تھا۔
سٹیرنگ اس وقت مارٹن کے ہاتھ میں تھا۔
انہوں نے کار جیسے ہی فرسٹ چیکنگ پوسٹ کے باہر روکی ایک فوجی
نے آگے بڑھ کر ان کو سیلوٹ کیا۔
اور پھر وہ اٹن شن ہو گیا۔
مارٹن نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سپاہی کی طرف بڑھا دیا۔
سپاہی نے کاغذ مارشل کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر وہ واپس پوسٹ کی
طرف بڑھ گیا، اس نے کاغذ اندر بیٹھے ہوئے آفیسر کو دے دیئے۔ آفیسر نے
رجسٹر پر اندراجات کئے۔ اور پھر اس نے کاغذ کے ساتھ ہی دو بیج جن پر سرخ

رنگ سے کراس بنا ہوا تھا، سپاہی کو دے دیئے۔

"سی. این. سی نے ریڈ کراسنگ دینے کے آرڈر دیئے ہیں. حیرت ہے"۔

آفیسر نے اپنے ساتھ بیٹھے اسسٹنٹ سے کہا۔

اور اسسٹنٹ نے لاپرواہی سے کندھے جھٹک دیئے۔

سپاہی نے بڑے مودبانہ انداز میں وہ کاغذ اور ریڈ کراسنگ بیج مارشل کو دے دیئے اور سیلوٹ کیا۔

مارشل نے سر کی جنبش سے سیلوٹ کا جواب دیا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے مارٹن کو کار آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔

کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب ان کے لئے بےحد آسانی ہو گئی ہے۔

ریڈ کراسنگ کی وجہ سے انہیں کسی بھی چیک پوسٹ پر زیادہ دیر نہیں روکا گیا۔

اس ریڈ کراسنگ بیج کا مطلب ہی یہی تھا کہ وہ اعلیٰ حکام کی طرف سے کسی خاص مشن پر آئے ہیں. انہیں مت روکا جائے آخری چیک پوسٹ سے گزر کر جب وہ چھاؤنی میں داخل ہوئے تو انہوں نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔

"ہمارا مشن مکمل ہو گیا"

مارٹن نے مسکراتے ہوئے مارشل سے کہا۔

"ہاں سی. این. سی کے جعلی دستخط کام آ گئے"

مارشل نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اب ان کی کار تیزی سے واٹر کلینگ پلانٹ کی طرف دوڑ رہی تھی۔

وہ بدستور باتوں میں مصروف تھے. ان سے کافی دور ایک موٹر سائیکل بھی ان کا تعاقب کر رہا تھا. وہ دونوں چونکہ قطعی طور پر مطمئن ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے اپنے تعاقب وغیرہ پر زیادہ دھیان بھی نہیں دیا. دوسرا انہیں چھاؤنی کے اندر داخل ہونے کے بعد اپنے تعاقب کا تصور بھی نہیں آ سکتا تھا۔

مگر ملٹری انٹیلی جنس نے پچھلے دنوں سے چھاؤنی میں نگرانی انتہائی سخت کر دی تھی، پھر فرسٹ چیک پوسٹ کے آفیسر نے ملٹری انٹیلی جنس کے انچارج کو خفیہ طور پر ان کے متعلق ریڈ کراسنگ دیئے جانے کی اطلاع کر دی تھی ریڈ کراسنگ ایک انتہائی اہم اجازت نامہ تھا اس کا حامل چھاؤنی میں کسی بھی جگہ، کسی بھی کمرے، پلانٹ میں بلا روک ٹوک آ جا سکتا تھا اور یہ بیج سی. این. سی کے آرڈر پر ہی کبھی کبھار وقتی طور پر کسی کو ایوارڈ ہوتا تھا جبکہ وہ شخص کسی اہم ترین مقصد کے لئے کام کر رہا ہو۔

ملٹری انٹیلی جنس انچارج نے اپنے کارکنوں کو ان دونوں کی نگرانی کا حکم دیا اور وہ خود سی. این. سی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا تاکہ ان کے آرڈر کی تصدیق ہو سکے۔

لیکن سی این سی سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ ایک اہم میٹنگ میں مصروف تھے۔

سرخ رنگ کی کار ان دونوں کو لئے ہوئے جلد ہی واٹر کلینگ پلانٹ کے سامنے پہنچ گئی۔

یہ ایک عظیم الشان واٹر کلیننگ پلانٹ تھا جس سے اس تمام وسیع وعریض چھاؤنی کو پینے کا پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ اور اس کی حفاظت کے لئے بھی سخت ترین انتظامات تھے۔

کار کے رکتے ہی وہ دونوں باہر نکلے اور پھر وہ تیزی سے پلانٹ کے پہلے گیٹ کی طرف بڑھے۔ گیٹ سے باہر ہی ایک چیک پوسٹ تھی جہاں تقریباً پانچ سپاہی سٹین گن لئے چوکنے کھڑے تھے۔

مارشل اور مارٹن کے قریب پہنچتے ہی سپاہیوں نے سٹین گنیں سیدھی کر لیں۔ اور ساتھ ہی ان کی ایڑیاں بھی بج اٹھیں چیک پوسٹ کے انچارج صوبیدار نے بھی ان دونوں کو سیلوٹ کیا۔

اور پھر بولا۔

" فرمایئے سر"

مارشل اور مارٹن نے ریڈ کراسنگ بیج آگے کر دیئے، صوبیدار نے بغور ریڈ کراسنگ بیج دیکھے اور پھر ان پر لکھے ہوئے نمبر اپنی ڈائری میں نوٹ کرنے لگا۔

" فرمایئے جناب"

اس نے ریڈ بیج انہیں واپس لوٹاتے ہوئے پوچھا۔

"ہم نے پلانٹ چیک کرنا ہے"

مارشل نے تحکمانہ لہجہ میں جواب دیا۔

وہ دونوں مقامی آدمیوں کے میک اپ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے انگریزی بھی مقامی لہجہ میں بولی تاکہ ان پر شک نہ کیا جا سکے۔

"پلانٹ چیک کرنا ہے؟"

صوبیدار نے حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک دفعہ کہہ دیا، کیا تمہیں ڈھول پیٹ کر بتلایا جاتے۔ آگے سے ہٹو ایمرجنسی"

مارٹن نے اس بار اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

"آپ پلانٹ چیک کرنے کی وجہ بتلائیں، تب ہی آپ کو اجازت دی جائے گی"

صوبیدار کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

مگر اس نے ڈسپلن کا خیال رکھتے ہوئے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور صوبیدار نے رجسٹر میں وجہ کے خانے میں ایمرجنسی اور ٹاپ سیکرٹ لکھ کر انہیں جانے کی اجازت دے دی اور وہ بیچارہ ریڈ کراسنگ بیجز کے سامنے کر بھی کیا سکتا تھا۔

بہر حال اس نے اپنا فرض انجام دے دیا اور مارٹن اور مارشل اجازت ملتے ہی تیزی سے واٹر کلیننگ پلانٹ کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔

اندر تین جگہ انہیں ریڈ کراسنگ بیجز اور ایمرجنسی لکھانا پڑا، تب وہ پلانٹ کی اصل عمارت تک پہنچ سکے۔

پلانٹ کی اصل عمارت کے مین گیٹ میں داخل ہوتے ہی ایک آفیسر نے ان کا استقبال کیا۔

جب وجہ پوچھنے پر اسے ایمرجنسی اینڈ ٹاپ سیکرٹ بتلایا گیا تو اس نے بطور گائیڈ اپنی خدمات پیش کر دیں،

"نو مسٹر اٹ از ٹاپ سیکرٹ۔ اس لئے ہم آپ کو ساتھ نہیں رکھ

سکتے، بہرحال آپ ہمیں واٹر سٹور ہال دکھا دیں، تھینک یو"

مارشل نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر کم ود می"

آفیسر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ ان دونوں کو لے کر پلانٹ کے برآمدوں میں سے ہوتا ہوا پلانٹ کے آبی ذخیرے کی طرف لے چلا۔

پلانٹ کے مختلف بڑے بڑے کمروں میں مشینیں چل رہی تھیں۔

جلد ہی وہ ایک ایسے دروازے کے قریب پہنچ گئے جس کے باہر سٹور لکھا ہوا تھا دروازہ بند تھا۔

"اسے کھولئے ہم اندر جانا چاہتے ہیں"۔

مارشل نے گائیڈنگ آفیسر سے کہا۔

بہتر سر میں اسے کھولنے کے آرڈر لے آتا ہوں، آپ اس فارم پر دستخط کر دیجئے"۔

آفیسر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل سے ایک فارم نکالتے ہوئے کہا۔

تو ہمیں آپ نے وہیں کیوں نہ کہہ دیا"

مارشل نے غصے میں کہا۔

کیوں آپ ہمارا وقت برباد کرنا چاہتے ہیں"۔

"سوری سر آج ہی اس کے متعلق ہیڈ کوارٹر سے آرڈر موصول ہوئے ہیں کہ بغیر افسر انچارج کے حکم کے کوئی شخص سٹور روم میں داخل نہیں ہو سکتا اس لئے مجھے خیال نہیں رہا، سوری، ویری سوری"۔

آفیسر نے خجالت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

مارٹن اور مارشل نے فارم کے نیچے دستخط کئے اور پھر فارم آفیسر کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

انہوں نے بڑے مبہم دستخط کئے تھے تاکہ ان دستخطوں سے ان پر کوئی حرف نہ آئے۔

آفیسر فائل لئے واپس لوٹ گیا۔

تقریباً پانچ منٹ خاموشی سے پورے ہو گئے۔

دوبارہ آفیسر برآمدے میں نظر آیا، اس بار کے ساتھ پانچ سپاہی سٹین گن اٹھائے ہوئے تھے۔

"خطرہ" مارشل نے بڑبڑاتے ہوئے مارٹن سے کہا اور مارٹن بھی آفیسر کے ساتھ ان سپاہیوں کو دیکھ کر چونک گیا۔

لیکن اب وہ کیا کر سکتے تھے۔

"آپ ہمارے ساتھ چلئے آفیسر انچارج نے آپ کو آفس میں طلب کیا ہے"۔

آفیسر نے ان کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

ویسے اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی پراسرار چمک سے مارشل اور مارٹن سمجھ گئے کہ معاملہ گڑبڑ ہو چکا ہے۔

مارشل سوچ رہا تھا کہ کمند کہاں آکر ٹوٹی۔

جب کہ وہ اپنا مشن تقریباً مکمل کر چکے تھے۔ مارشل نے مارٹن کی طرف دیکھا اور پھر معمولی سی آنکھ دبا کر اسے اشارہ کر دیا۔

"چلئے صاحب"

مارشل نے آفیسر سے کہا۔

اور پھر جیسے ہی آفیسر مڑا مارشل اور مارٹن نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال کر آفیسر اور سپاہیوں پر گولیوں کی بارش کر دی۔ باقی سپاہیوں کو فائر کرنے کی مہلت ہی نہ ملی کیونکہ حملہ انتہائی اچانک اور بھرپور کیا گیا تھا۔

مگر ایک سپاہی کو موقعہ مل گیا۔ اس نے سٹین گن سیدھی کی اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ سٹین گن کا رخ مارٹن کی طرف ہی تھا۔

مارٹن نے بچنا چاہا، مگر سٹین گن سے نکلی ہوئی گولیوں کی بوچھاڑ نے اُسے تڑپنے کا بھی موقعہ نہ دیا۔

اُدھر اسی لمحے مارشل نے اس سپاہی کو بھی گولی مار دی اور وہ صرف مارٹن کو شکار کر کے خود بھی شکار ہو گیا۔

مارشل نے لپک کر سپاہی کی سٹین گن اٹھائی اور دوسرے لمحے اس نے دروازے پر سٹین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ فائرنگ کی آوازوں سے سارا پلانٹ گونج اٹھا، چنانچہ دوسرے لمحے پورے پلانٹ میں خطرے کے الارم گونجنے لگے۔

سٹین گن کی گولیوں نے دروازے کے پرخچے اڑا دیئے اور مارشل لوٹتے ہوئے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں صاف شدہ پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

دروازے کے قریب سے ہی ایک اونچی سیڑھی چھت تک چلی گئی تھی۔

اور چھت کے قریب ہی بڑے بڑے تختوں سے بنا ہو سٹیشن تھا تاکہ وہاں

سے کھڑے ہو کر سٹور کا معائنہ کیا جا سکے۔

مارشل اندھا دھند سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا، اب اُسے برآمدے میں بھی بھاگتے ہوتے قدموں کی آوازیں آنے لگیں تھیں۔

جلد ہی وہ بورڈ تک پہنچ گیا۔

ٹائیگر نفسیاتی معالج رشید خالد کے رانا ہاؤس سے نکلتے
ہی اپنی موٹر سائیکل پر رانا ہاؤس پہنچ گیا تھا۔
جیسے ہی اس کی موٹر سائیکل رانا ہاؤس کے قریب پہنچی۔ ڈاکٹر کی کار
بھی رانا ہاؤس کے گیٹ سے باہر نکلی۔
عمران نے چونکہ ڈاکٹر کا حلیہ اسے بتلا دیا تھا اس لئے وہ اسے دیکھتے
ہی پہچان گیا۔
اس نے موٹر سائیکل اس کی کار کے پیچھے ڈال دی۔
اور کافی فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔
ڈاکٹر کی کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی سرکلر روڈ پر پہنچی اور
پھر سرکلر روڈ کی ایک عظیم الشان عمارت "ممتاز منزل" کے سامنے
جاکر رک گئی۔
ٹائیگر نے بھی اپنا موٹر سائیکل تھوڑے سے فاصلے پر روک لیا۔

اور پھر جب اس نے ڈاکٹر کو کار سے اتر کر عمارت کے اندر داخل
ہوتے دیکھا تو وہ بھی موٹر سائیکل سے اترا
اور پھر موٹر سائیکل سٹینڈ کر کے وہ بھی اس عمارت کی طرف بڑھا۔
جلد ہی وہ اس کے صدر دروازے میں داخل ہوا۔
یہ ایک کمرشل بلڈنگ تھی جس کی ہر منزل میں مختلف فرموں کے آفس
تھے۔
اس لئے اب وہ الجھ کر رہ گیا کہ ڈاکٹر نہ جانے کہاں گیا ہے۔ اس نے
گیٹ کے قریب ہی لگے ہوئے بہت بڑے بورڈ پر نظر ڈالی جن پر تمام
آفسز کے نام اور نمبر اور فلور لکھے ہوئے تھے مگر اس کو کسی ڈاکٹر کا نام
اس لسٹ میں نظر نہیں آیا۔
نچلی منزل میں ڈاکٹر چونکہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔
اس لئے ٹائیگر نے سوچا کہ باہر موٹر سائیکل کے قریب کھڑا ہو کر ہی
وہ ڈاکٹر کو دوبارہ پا سکتا ہے۔
اس نے کار جس انداز سے پارک کی تھی اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا
کہ وہ جلد ہی واپس آئے گا۔
چنانچہ ٹائیگر مین گیٹ سے باہر آیا۔
اور پھر ساتھ ہی ایک چھوٹے سے بک سٹال پر ٹھہر گیا۔
اس نے ویسے ایک رسالہ اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا۔
تقریباً دس منٹ کے بعد ایک بار پھر اسے ڈاکٹر مین گیٹ سے
باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔
اس نے رسالہ موڑ کر جیب میں ڈالا اور جیب سے پانچ کا نوٹ

نکال کر سٹال والے کو پکڑا دیا۔

اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا اور پھر اس کی کار سٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

ٹائیگر نے ایک بار پھر تعاقب شروع کر دیا۔

مختلف سڑکوں سے ہوتا ہوا ڈاکٹر ارباب روڈ کی ایک دکان کے سامنے آ کر رک گیا۔ ٹائیگر نے ایک نظر دکان کے باہر لگے ہوئے بورڈ پر ڈالی۔

بورڈ پر "ڈاکٹر رشید خالد سائیکلوجسٹ" کا نام صاف پڑھا جا تا تھا

"ہونہہ تو یہ اسی ڈاکٹر کا مطب ہے"۔

ٹائیگر نے موٹر سائیکل آگے جا کر روکتے ہوئے کہا۔

جب تک وہ موٹر سائیکل سائیڈ میں سٹینڈ کر کے واپس مڑتا۔

ڈاکٹر کار سے اتر کر اندر جا چکا تھا

ٹائیگر بھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے دکان میں داخل ہو گیا۔

ڈاکٹر کے آفس کے باہر چپراسی سٹول ڈالے چوکنا بیٹھا تھا۔

ٹائیگر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر چپراسی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"فرمایئے"۔

اُس نے انتہائی مودبانہ لہجے میں سوال کیا"۔

ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔

ٹائیگر نے پُر وقار لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھہریئے میں ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لوں"۔

چپراسی واپس مڑا۔

مگر ٹائیگر نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔

"اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب میرے دوست ہیں"۔

ٹائیگر نے کہا اور پھر وہ پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

چپراسی حیرت سے سر ہلاتا رہ گیا۔

ڈاکٹر اپنی میز کے پیچھے بیٹھا کسی کو ٹیلیفون کرنے میں مصروف تھا۔

اس نے یوں ٹائیگر کو اچانک اندر داخل ہوتے ہوتے دیکھا تو اپنی بات منقطع کر کے فوراً رسیور کریڈل میں ڈال دیا۔

اس کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔

"آپ بغیر اجازت اندر کیوں آئے"۔

آخر وہ اپنے آپ کو اس بات کے کہنے سے روک نہ سکا۔

"سوری ڈاکٹر در اصل میں آپ کے پاس حاضر ہی اس لئے ہوا تھا کہ مجھے مرض ہے کہ میں ہر جگہ بلا اجازت داخل ہو جاتا ہوں۔ جس کے لئے مجھے بعض اوقات شرمندگی بھی اٹھانی پڑتی ہے"۔

ٹائیگر نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنا مرض بھی تبلا دیا۔

اور ڈاکٹر اسے بغور دیکھتا رہ گیا۔ ظاہر ہے اب وہ اسے اس مسئلے پر مزید کیا کہتا۔ جب مقابل ہو ہی اس مرض کا مریض تو پھر وہ کیا کر سکتا ہے۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

ڈاکٹر نے بوکھلاہٹ میں عجیب سا فقرہ کہہ دیا۔
"ڈاکٹر صاحب میں نے بتلایا تو ہے کہ میں آپ سے علاج کرانے آیا ہوں کہ مجھے بلا اجازت داخل ہونے کا مرض ہے۔"
ٹائیگر ڈاکٹر کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔
"اچھا آپ تفصیل سے اپنا مرض بتلایئے۔"
ڈاکٹر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔
اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ ڈاکٹر نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔
"یس ڈاکٹر سپیکنگ"
ڈاکٹر نے کہا۔
دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ ڈاکٹر نے جواب میں کہا۔
"تھوڑی دیر بعد میں خود فون کر کے تمام رپورٹ دے دوں گا۔ فی الحال میرے پاس ایک مریض بیٹھا ہے۔
اور پھر رسیور رکھ دیا۔
"اچھا ڈاکٹر صاحب میں چلوں مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ آپ بھی شاید مصروف ہیں۔ میں پھر آؤں گا۔"
ٹائیگر۔۔۔۔ اچانک ذہن میں آنے والے ایک خیال کے تحت اٹھ کھڑا ہوا۔
"بیٹھیے تو سہی آپ کہاں چل دیئے۔"
ڈاکٹر ٹائیگر کے اس طرح اچانک اٹھ کھڑے ہونے پر بوکھلا گیا۔

"معاف کیجئے ڈاکٹر صاحب"
اچانک چلے جانے کا بھی مجھ میں مرض ہے۔
میں مجبور ہوں پھر کبھی حاضر ہوں گا۔
ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔
چپراسی اس کے اتنی جلدی باہر آنے پر اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔
لیکن ٹائیگر دروازے سے نکل کر آگے نہیں بڑھا۔
لیکن وہیں دروازے کی بائیں سائیڈ میں قریب ہی رک گیا۔
چپراسی نے کچھ بولنا چاہا۔
مگر ٹائیگر نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا ٹائیگر کا انداز کچھ ایسا پراسرار اور تحکمانہ تھا کہ چپراسی کو کچھ بولنے کی جرآت ہی نہ ہوئی اور وہ خاموش ہو کر حیرت بھری نظروں سے ٹائیگر کو دیکھنے لگا۔
ٹائیگر کو حسب توقع ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی۔
اور اس کا چہرہ اپنے خیال کی تصدیق پر چمک اٹھا۔
جلد ہی ڈاکٹر کی مدھم سی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔
"یس باس میں زلفی بول رہا ہوں۔"
"باس وہ دراصل اچانک ایک مریض آن ٹپکا تھا اس لئے میں نے رسیور رکھ دیا تھا۔"
ڈاکٹر کی آواز اسے مدھم ہونے کے باوجود صاف سنائی دے رہی تھی۔
اسی دوران چپراسی جو شاید اپنے حواس مجتمع کر چکا تھا۔ اس نے اپنی

وفاداری کے پیشِ نظر دوبارہ کچھ بولنا چاہا۔

مگر دوسرے لمحے ٹائیگر کے ہاتھ میں ریوالور چمکنے لگا۔

ظاہر ہے ریوالور کا رُخ چپراسی کی طرف ہی تھا اور ٹائیگر کی آنکھوں میں درندوں کی سی چمک تھی۔

ریوالور اور ٹائیگر کی آنکھوں کی چمک نے چپراسی پر خاطر خواہ اثر کیا۔ اور وہ بت کی طرح بیٹھا رہ گیا۔

ٹائیگر کو اطمینان ہو گیا کہ کم از کم اب چپراسی نہیں بولے گا۔

اب صرف اسے خطرہ اتنا تھا کہ دکان میں کوئی اور شخص نہ آجائے۔

ڈاکٹر کی آواز بدستور اس کے کانوں میں آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"باس آپ کا اندازہ بالکل درست رہا۔ انہوں نے عمران کے چیک اپ کے لئے مجھے ہی بلایا"

"یس باس میں نے بڑی کامیابی سے ڈاکٹر خالد رشید کا کردار ادا کیا ہے ان لوگوں کو مجھ پر بالکل شک نہیں ہوا"

"بس باس میرے خیال میں عمران پر تجربہ بے حد کامیاب رہا ہے وہ اب ایک حقیر کیچوے کی طرح بے ضرر ہو چکا ہے۔ ویسے ابھی انجکشن لگاتے زیادہ دیر نہیں گزری۔ جوں جوں وقت گزرے گا وہ ختم ہوتا جائے گا"

"دوسرے آدمی کو میں نے پہچانا نہیں ویسے اس کے متعلق معلومات کرنے کے لئے میں ممتاز منزل میں سیکرٹ انفرمیشن ایجنسی کے پاس بھی

گیا تھا۔ ان کی معلومات کے مطابق رانا تہور علی صندوقی دارالحکومت کا رئیس اعظم ہے اور قطعی طور پر تنہا اور بے ضرر زندگی گزارنے والا شخص ہے عمران کی اس کے ساتھ خاصی پرانی دوستی چلی آرہی ہے"

"باس رانا قطعی طور پر وہ آدمی نہیں لگتا جو عمران کو قلعے سے نکال لایا تھا۔ وہ آدمی بے حد پھرتیلا تھا مگر رانا سمارٹ جسم کا مالک ہونے کے باوجود سُست اور کاہل نظر آتا ہے اور دوسرا وہ ذہنی طور پر ہمیشہ بدحواس اور الجھا ہوا محسوس ہوتا ہے"

"یس باس میں وقتاً فوقتاً عمران کے متعلق معلومات کرتا رہوں گا۔ آپ بے فکر رہیں ویسے آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ عمران اب وہ نہیں رہا جو پچھلے کیس کے دوران تھا"

"ٹھیک ہے اگر مرکزی حکومت نے میری خدمات حاصل کیں تو میں آپ کی ہدایات کے مطابق ان سے گفتگو کروں گا۔ ورنہ پھر آپ کی تجویز کے مطابق انہوں نے جس سائیکو جسٹ کی خدمات حاصل کیں میں اس کا روپ دھار لوں گا"

"بہتر جناب شکریہ"

اور پھر رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

یہ گفتگو وقفوں وقفوں میں ہوتی رہی۔ اور ٹائیگر صرف ڈاکٹر کی بات ہی سن چکا تھا۔

ویسے ڈاکٹر کی گفتگو سے وہ باس سے کہے ہوئے فقروں کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا۔

اس کا کام ختم ہو چکا تھا مگر اب ایک کام رہ گیا تھا۔

اور وہ تھا چپڑاسی کا انتظام۔

ظاہر ہے ٹائیگر کے جانے کے بعد چپڑاسی ڈاکٹر کو اس بات سے آگاہ کر دیتا کہ ٹائیگر ڈاکٹر کی گفتگو سنتا رہا ہے تو تمام پلان ہی درہم برہم ہو جاتا چنانچہ گفتگو ختم ہوتے ہی ٹائیگر نے چپڑاسی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

اور یہ اشارہ چونکہ اس نے ریوالور کی نال سے کیا تھا۔ اس لئے چپڑاسی کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

ٹائیگر نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور چپڑاسی بے چوں وچراں باہر کی طرف مڑ گیا۔

کمرے سے دور ہوتے ہی ٹائیگر نے ریوالور چپڑاسی کے سینے پر رکھا اور چپڑاسی کی خوف سے گھگھی بندھ گئی۔

"سنو تم بے گناہ ہو اس لئے میں تمہاری جان نہیں لینا چاہتا۔ ورنہ میری ایک انگلی کی حرکت تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے بند کر سکتی ہے"

ٹائیگر نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے سرگوشی کی۔

چپڑاسی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ شدت خوف سے اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب پہنچ گئیں۔

"مم۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں"

چپڑاسی نے شدت خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

اس کی آواز پھنسی پھنسی سی تھی۔

ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ ایک انتہائی بزدل اور بے ضرر ٹائپ کا آدمی ہے۔

"ٹھیک ہے اس وعدے پر میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں کہ

ایک تو تم ڈاکٹر کو یہ نہیں بتلاؤ گے کہ میں نے اس کی گفتگو سنی ہے۔

اور دوسرا ڈاکٹر جو بھی گفتگو کرے ٹیلیفون پر یا کسی آدمی سے وہ مجھے بتانا۔

اس کا تمہیں انعام ملے گا۔

اور تم نے اگر کوئی گڑبڑ کی تو کہیں بھی تمہیں گولی ماری جا سکتی ہے۔

ٹائیگر کے لہجے میں درندوں کی سی غراہٹ ابھر آئی تھی۔

اور ساتھ ہی اس نے جیب سے چھوٹے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر چپڑاسی کے ہاتھ دے دی۔

"یہ تمہارا پہلا انعام ہے اب میں چلتا ہوں کہیں ڈاکٹر باہر نہ آجائے"

ٹائیگر نے کہا۔

اور پھرتی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دکان سے باہر نکل گیا۔

چپڑاسی کے لئے یہ سب کچھ قطعی خلاف توقع تھا اور پھر اتنی بڑی رقم کا تو وہ زندگی بھر تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹ کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لئے۔

اور پھر لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے دوبارہ اپنے سٹول کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی تک حواس باختہ تھا۔ شکر تھا کہ ڈاکٹر نے اس دوران اسے نہیں بلایا تھا۔

سٹول پر بیٹھ کر اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

وہ بار بار جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ سب کچھ خواب تھا یا اٹل حقیقت ہے۔

عمران رانا ہاؤس سے نکل کر سیدھا اپنے فلیٹ پر گیا۔ اس نے کار نیچے روکی اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس کی چال میں وہ تیزی سرے سے مفقود تھی جو اس کا خاصا تھا۔ عجیب مضمحل طریقے سے وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جیسے کوئی جواری اپنی زندگی بھر کی پونجی جوئے کی آخری بازی میں ہار کر واپس لوٹ رہا ہو۔

فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کاہلانہ انداز میں گھنٹی کے بٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر بٹن آہستہ سے دبا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے عمران ہمیشہ سلیمان کو تنگ کرنے کے لئے اس وقت تک بٹن سے ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا جب تک کہ جھنجھلائے ہوئے سلیمان کی شکل دروازے میں نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس دفعہ یہ حالت اس کی رانا ہاؤس سے نکلتے ہی ہو گئی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر سلیمان کی شکل نظر آئی اور عمران کی

شکل دیکھتے ہی سلیمان بھی حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ تو گھنٹی بجنے کے انداز سے یہی سمجھا تھا کہ کوئی نیا آدمی آیا ہے۔

عمران خاموشی سے اندر چلا گیا اور جاتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گو حسبِ معمول حماقت کی جھلکیاں موجود تھیں۔ مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر عجیب سی مُردنی چھائی ہوئی نظر آتی تھی جیسے وہ دنیا سے یکلخت بیزار ہو گیا ہو۔

" کیا بات ہے صاحب! ـــ نصیب دشمناں طبیعت تو خراب نہیں" ـــ سلیمان نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

" سلیمان! ـــ تُو نے مجھے کوئی نجومی سمجھ رکھا ہے کہ مجھے دشمنوں کے نصیب کا پتہ چل جائے ـــ ویسے قرائن بتا رہے ہیں کہ دشمنوں کا نصیب اچھا ہے ـــ البتہ میری طبیعت واقعی خراب ہے" ـــ عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" صاحب کسی ڈاکٹر کو بلاؤں" ـــ سلیمان کو عمران کے جواب ہی سے اندازہ ہو گیا کہ عمران کو واقعی کوئی تکلیف ہے۔ اس لئے اس نے ڈاکٹر کو بلانے کا مشورہ بڑی سنجیدگی سے دیا تھا۔

" ابھی ابھی ایک ڈاکٹر سے جان چھڑا کر آ رہا ہوں ـــ اس کا خیال تو یہ ہے کہ میں پاگل ہوں" ـــ عمران نے بجھے ہوتے لہجے میں جواب دیا۔

" پاگل ہوں آپ کے دشمن" ـــ سلیمان نے بڑی بوڑھیوں کی طرح ٹھنک کر جواب دیا۔

" جا یار اپنا کام کر ـــ کیوں بار بار دشمنوں کا نام لے لیکر مجھے خوفزدہ کر رہے ہو" ـــ عمران نے بڑی بیزاری سے جواب دیا۔ اور سلیمان

کان دبائے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمایاں تھے۔

عمران کافی دیر تک خاموشی سے صوفے پر بیٹھا رہا۔ پھر نجانے اسے کیا خیال آیا کہ وہ اٹھا اور باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ابھی وہ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔ وہ یکدم واپس مڑا اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

" یس ـــ میں عمران بول رہا ہوں" ـــ اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

" عمران صاحب! ـــ میں طاہر بول رہا ہوں ـــ ابھی ابھی مجھے کیپٹن شکیل نے اطلاع دی کہ وہ صفدر اور چوہان، جولیا کے فلیٹ میں موجود تھے کہ کسی پُراسرار گیس کی وجہ سے بیہوش ہو گئے ـــ بعد میں جب انہیں ہوش آیا تو جولیا فلیٹ سے غائب تھی ـــ اور پورے فلیٹ کا سامان الٹ پلٹ ہوا پڑا تھا جیسے کسی نے بڑی تفصیلی تلاشی لی ہو" ـــ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے رپورٹ دی۔

" عجیب بات ہے طاہر ـــ آجکل ہمارے پاس کوئی کیس بھی نہیں ـــ پھر بھی تلاشی لینے اور جولیا کو اغوا کرنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا" ـــ عمران نے جواب دیا۔

" عمران صاحب! ـــ آپ بھول رہے ہیں ـــ نامعلوم مجرم اپنا کام شروع کر چکے ہیں ـــ آپ کو یاد نہیں کہ پہلے آپ کو اغوا کر کے پرانے قلعے لے جایا گیا اور پھر قلعہ تباہ کر دیا گیا" ـــ بلیک زیرو نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں!۔۔۔ وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔۔۔ لیکن اس سے جولیا کے اغوا کا مسئلہ تو حل نہیں ہوتا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"عمران صاحب!۔۔۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔۔۔ جب سے آپ قلعہ سے واپس آئے ہیں۔ آپ میں غیر معمولی تبدیلی ہو گئی ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے جھنجلا کر جواب دیا۔

"میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔۔۔ بس ذرا طبیعت گری گری سی رہتی ہے۔۔۔ بہرحال تم تحقیقات کراؤ اور پھر مجھے رپورٹ بتلانا کہ کیا نتیجہ نکلا ہے"۔۔۔ عمران نے بیزاری سے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کا انداز بتلا رہا تھا جیسے بلیک زیرو نے اسے بتلا کر خوامخواہ وقت ضائع کیا ہو۔

رسیور رکھ کر عمران واپس مڑا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر زور زور سے بجنے لگی۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔؟ ٹیلیفون نہ ہوا مصیبت ہو گئی"۔۔۔ عمران نے بیزاری سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوبارہ رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"کون بول رہا ہے"۔۔۔؟ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں۔۔۔ عمران فوراً میرے پاس پہنچو۔ ایک انتہائی ضروری کام ہے"۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی۔

"اچھا میں آ رہا ہوں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔
رسیور رکھ کر عمران دوبارہ دروازے کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اس

کی کار درمیانی رفتار سے سڑک پر دوڑتی ہوئی سر سلطان کی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران کو نجانے کیوں آج یہ احساس ہو رہا تھا جیسے اس نے ذرا بھی رفتار بڑھائی تو ایکسیڈنٹ ہو جائے گا اور وہ مر جائے گا۔ اسے آج موت سے بے پناہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔

یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والا عمران اب ایک انتہائی بزدل آدمی کی طرح موت سے خوفزدہ تھا اور جوں جوں وقت گزرتا چلا جا رہا تھا اس کا خوف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن وہ بخیر وخوبی سر سلطان کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی اور پھر اتر کر ڈھیلے قدموں سے ڈرائینگ روم کی طرف بڑھا۔

برآمدے میں موجود ملازم نے اسے دیکھتے ہی بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔ اور ساتھ ہی دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا دیا اور عمران اس سے چھیڑ چھاڑ کئے بغیر خاموشی سے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔

سر سلطان ایک صوفے پر بیٹھے آنکھیں بند کئے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ عمران کے اندر آنے کی آہٹ سن کر وہ چونک پڑے اور پھر عمران کو دیکھتے ہی حسب معمول ان کے چہرے پر مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"آؤ بیٹھو بیٹے"۔۔۔ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سر سلطان چند لمحے تک بغور عمران کی طرف دیکھتے رہے پھر ان کے

چہرے پر الجھن اور تذبذب کے آثار نمایاں ہو گئے۔

وہ عمران کو ایک بالکل نئے روپ میں دیکھ رہے تھے۔ چنچل اور ذہین عمران اس وقت بالکل دل شکستہ اور دنیا سے بیزار آدمی کے روپ میں ان کے سامنے موجود تھا۔

"کیا بات ہے عمران بیٹے!۔۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے"۔۔۔؟ سر سلطان نے گہری فکر مندی سے پوچھا۔

"جی ہاں!۔۔۔ خدا کا لاکھ لاکھ بلکہ کروڑ کروڑ بلکہ ارب ارب شکر ہے طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ البتہ مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میرا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہو"۔۔۔ عمران کی سابقہ فطرت نے کچھ جھلک دکھائی۔ لیکن یہ جھلک بس اتنی ہی تھی جیسے گہرے اندھیرے میں جگنو کی چمک۔

"کسی ڈاکٹر کو دکھلایا ہوتا"۔۔۔ سر سلطان نے نروس بریک ڈاؤن کا سن کر کہا۔

"چھوڑیں سلطان صاحب!۔۔۔ جو ملتا ہے یہی کہتا ہے ڈاکٹر کو دکھاؤ ڈاکٹر کو بلاؤں۔۔۔ بلیک زیرو نے تو ڈاکٹر کو دکھا بھی دیا۔۔۔ مگر ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے"۔۔۔ عمران کی زبان چل پڑی۔

"بیٹے!۔۔۔ یہ تو تمہارے فائدے کی ہی بات ہے۔۔۔ کوئی برا مشورہ تو نہیں۔۔۔ تم اپنی اہمیت اور قدر نہیں جانتے۔۔۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم اور ملک کے لئے صدیوں کا سرمایہ حیات ہے"۔۔۔ سر سلطان نجانے کیوں جذباتی ہو گئے۔

"چھوڑیئے!۔۔۔ آپ کن چکروں میں پڑ گئے۔۔۔ مجھ جیسا ڈھیٹ یوں آسانی سے نہیں مرا کرتا۔۔۔ بہرحال آپ بتلایئے وہ ضروری کام کیا ہے"۔۔۔ عمران ہمیشہ کی طرح اس بار بھی جذباتی باتوں سے بیزار ہو گیا تھا۔

"ہاں!۔۔۔ تمہاری پریشانی میں اس کا تو میں ذکر کرنا بھول ہی گیا۔۔۔ ایک عجیب و انوکھا مسئلہ اس وقت حکام کے پیش نظر ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس مسئلے پر کیا کیا جائے"۔۔۔ سر سلطان نے تمہید باندھی۔

"وہ مسئلہ کیا ہے جس کے سلسلے میں آپ اتنے پریشان ہیں"۔۔۔؟ عمران نے ان کی تمہید کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری فوج کے سپاہی اور آفیسر بزدل ہو گئے ہیں۔۔۔ اور ان کا مورال گر گیا ہے"۔۔۔ سر سلطان نے ایک فقرے میں ہی تمام مسئلہ پیش کر دیا۔

"جی۔۔۔" عمران نے لفظ جی کو طویل کرتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر تعجب اور حیرت کے آثار اس شدت سے پھیلے تھے کہ سر سلطان بھی چونک پڑے۔

عمران یوں سر سلطان کو دیکھ رہا تھا جیسے سر سلطان کے سر پر اچانک سینگ اگ آئے ہوں۔

سر سلطان، عمران کے اس رویے پر خجل سے ہو گئے مگر انہوں نے فوراً ہی وضاحت کی۔

"عمران بیٹے!۔۔۔ تمہاری حیرت بالکل بجا ہے۔۔۔ جب میں نے

پہلی بار یہ بات سنی تھی تو مجھے بھی بتلانے والے کی دماغی صحت پر شک ہو گیا تھا ـــــ حالانکہ بتلانے والے خود وزیر دفاع تھے۔ مگر جب میں نے فائل کا بغور مطالعہ کیا اور آج جو رپورٹ آئی ہے اس سے میں نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے کہ معاملہ گو انتہائی حیرت انگیز ہے ـــ مگر صحیح ہے ـــ اور اگر اس پر ٹھنڈے دماغ سے سوچ بچار کی جائے تو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بڑے بھیانک نتائج نکل سکتے ہیں" ـــــ سر سلطان نے پوری تفصیل سے وضاحت کی۔

ان کی اس وضاحت پر عمران کے چہرے پر تعجب کے آثار مدھم پڑ گئے۔ لیکن ابھی تک وہ عجیب نظروں سے سر سلطان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

" میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے" ـ آخر عمران سے نہ رہا گیا۔ اس نے فقرہ کس ہی دیا۔

" تم یہ فائل پہلے دیکھ لو ـــ پھر بات کرنا" ـــــ سر سلطان نے اٹھ کر کونے میں پڑی میز کی دراز سے ایک فائل نکال کر عمران کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

عمران نے خاموشی سے فائل کھول لی اور پھر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ کافی دیر تک وہ فائل کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر فائل بند کر دی۔

" ہونہہ ! ـــ معاملہ واقعی پُراسرار ہے" ـــــ عمران بڑبڑایا۔

" شکر ہے کہ تم معاملے کی اہمیت کو سمجھ گئے ـــ دیکھو بیٹے ـــ ! ہمارا دشمن نمبر ایک یعنی ہمارا ہمسایہ ملک ہر وقت ہماری تاک میں بیٹھا رہتا ہے ـــ اسلحے اور فوج کے لحاظ سے ہم سے پانچ گنا زیادہ طاقتور ہے

مگر پچھلی جنگ میں ہماری فوجوں نے اپنے بے پناہ جذبے، بہادری اور اونچے مورال کی وجہ سے اس کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اور اسے ایسی عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا جو اس کے کیا بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک کے تصور میں بھی نہیں تھا ـــــ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہمارا ہر سپاہی اپنی جگہ پر ایک ٹھوس چٹان ثابت ہوا اور ہماری فوج نے بہادری اور اولوالعزمی کی وہ تابندہ مثالیں پیش کیں کہ تمام دنیا کے لوگ عش عش کر اٹھے ـــــ اب اگر ہماری فوج میں وہ جذبہ بہادری ختم ہو جائے ـــ یا دوسرے لفظوں میں ہماری فوج بزدل ہو جائے تو ہمارا دشمن ہمیں کچا چبا جائے گا۔ اس نظریے پر سوچو ـــ تو تم اس کیس کے بھیانک نتائج سے بخوبی آگاہ ہو جاؤ گے" ـــــ سر سلطان نے مسئلے کی اہمیت کے بارے میں پوری تقریر کر ڈالی۔

" جناب ! ـــ آپ کو تو وکیل یا مقرر ہونا چاہیئے تھا ـــ ایمان سے آپ پہاڑ کو بھی اپنی جگہ سے ہلا تو نہیں ـــ البتہ دوسری جگہ پہنچا ضرور سکتے ہیں" ـــــ عمران نے خوشدلی سے جواب دیا۔

" یہ تقریر میں نے اس لئے کی ہے تاکہ تم اس مسئلے کی اہمیت بخوبی سمجھ لو ـــ کیونکہ اب تمام امیدیں تم پر لگی ہوئی ہیں ـــ ملٹری انٹیلی جنس بھی اس کیس کو حل کرنے میں ناکام ہو چکی ہے ـــ چنانچہ اعلیٰ حکام کی میٹنگ میں یہ طے پایا ہے کہ یہ عجیب و غریب اور اپنی نوعیت کا انوکھا کیس ایکسٹو کے سپرد کیا جائے" ـــــ سر سلطان نے کہا۔

" لیکن یہ مرض صرف چھاؤنی میں موجود سپاہیوں اور آفیسرز میں

کیوں پیدا ہوگیا ہے ــــ اور باقی سرحدوں پر پڑی ہوئی فوج اس سے
کیوں بچی ہوئی ہے" ــــ ؟ عمران نے سوال کیا۔
"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ــــ اگر یہ باقاعدہ سازش ہوتی تو
ظاہر ہے کہ تمام فوج اس کی لپیٹ میں آتی ــــ صرف دارالحکومت کی
چھاؤنی اس کا نشانہ کیوں بنی" ــــ سر سلطان نے جواب دیا۔
"اس کا مطلب ہے کہ فی الحال مجرم صرف چھاؤنی کو ہی اپنا نشانہ
بنائے ہوئے ہیں" ــــ عمران نے کہا۔
پھر اس سے پہلے کہ سر سلطان کوئی جواب دیتے، ملازم ٹرالی دھکیلتا
ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ٹرالی سر سلطان کے قریب آکر روکی
اور پھر ٹرالی پر رکھے ہوئے جگ سے اس نے دو گلاس لیمن سکواش
کے تیار کر کے عمران اور سر سلطان کے سامنے رکھ دیئے۔
عمران نے خاموشی سے گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا
اور ملازم نے دوسرا گلاس بھر دیا اور پھر عمران نے وہ گلاس بھی چسکیاں
لے لے کر خالی کر دیا۔ سکواش بے حد مزیدار معلوم ہو رہی تھی اور اس
کے پیتے ہی اس کی طبیعت میں فرحت کی ایک لہر دوڑ گئی۔
"مجرم! ــــ تمہارا مجرموں سے کیا مطلب ــــ ؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ
کسی انسان کی سازش ہے" ــــ ؟ سر سلطان نے سکواش پی کر دوبارہ
سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"اور آپ کا کیا خیال ہے ــــ کیا چھاؤنی پر بزدلی کی بارش ہوتی رہتی
ہے" ــــ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ
جیسے اس کے ذہن میں برقی رَو دوڑنے لگی ہو۔

یہ تو ٹھیک ہے ــــ مگر کیا ایک آدمی دوسرے کو بزدل بنا سکتا
ہے ــــ ؟ اسے مار تو سکتا ہے ــــ بیمار تو کر سکتا ہے ــــ کوئی وبا
پھیلا سکتا ہے مگر ــــ" سر سلطان اُلجھ سے گئے۔
"سب کچھ ہو سکتا ہے جناب! ــــ یہ زمانہ ایٹم کا ہے ــــ ہر روز
نئی سے نئی ایجاد ہو رہی ہے ــــ بہرحال یہ ایک امکان ہے ــــ یہ غلط
بھی ہو سکتا ہے" ــــ عمران نے اپنی بات پر زور دینا مناسب نہ سمجھا۔
"جو بھی ہو ــــ بہرحال یہ مسئلہ خاصا تشویش ناک ہے ــــ اس
کا کوئی جلد از جلد حل نکلنا چاہیئے" ــــ سر سلطان نے بھی بات ٹالنے
میں ہی عافیت سمجھی۔
"ٹھیک ہے ــــ میں آج ہی سے اس مسئلے پر تحقیقات شروع
کر دیتا ہوں" ــــ عمران نے فائل لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"تم اپنے آپ کو ضرور کسی ڈاکٹر کو دکھلاؤ ــــ ورنہ ہو سکتا ہے کہ
طبیعت زیادہ خراب ہو جاتے" ــــ سر سلطان نے اٹھتے ہوئے اُسے
نصیحت کی۔
"بہتر جناب" ــــ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور پھر سر سلطان کو سلام
کر کے کمرے سے باہر چلا آیا۔
چند لمحوں بعد اس کی کار دوبارہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ رفتار خاصی
تیز تھی۔ چلتے چلتے اُسے جولیا کا خیال آیا کہ بلیک زیرو نے اسے جولیا
کے اغوا کے متعلق بتلایا تھا۔ نجانے اس وقت اس کی ذہنی رَو کہاں
بھٹک گئی تھی کہ اُسے اس کی اہمیت کا احساس بھی نہیں ہوا۔
عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کار کا رُخ صفدر کے فلیٹ کی طرف

کر دیا۔ جلد ہی وہ صفدر کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔
اس نے کار نیچے روکی اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔
صفدر فلیٹ میں موجود تھا۔
لیکن عمران اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ صفدر کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور صوفے پر قدرے نیم دراز تھا۔
عمران کو دیکھ کر صفدر بے حد کاہلی سے اٹھا اور اس نے عمران سے ہاتھ ملانے میں بھی بے حد سستی کا مظاہرہ کیا۔
"کیا حال ہے عمران صاحب" ۔۔۔؟ اس کی آواز میں شکستگی سی نمایاں تھی۔
"ٹھیک ہے" ۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
صفدر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔
"کیا بات ہے ۔۔۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔
"ہاں ٹھیک ہی ہے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔
"ہونہہ" ۔۔۔ عمران نے ہنکارہ بھرا اور پھر دونوں خاموش ہو گئے۔
"میرے ساتھ آؤ" ۔۔۔ عمران نے کچھ دیر بعد صفدر سے کہا۔
"کہاں چلنا ہے" ۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔
"جہنم میں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔
"معاف کیجئے میں یہاں مزے میں ہوں ۔۔۔ آپ خود جہنم میں چلے جائیے" ۔۔۔ صفدر نے صاف سا جواب دیدیا۔
"چلو اٹھو" ۔۔۔ عمران نے اس بار لہجے میں زور دیتے ہوئے

"نہیں عمران صاحب! ۔۔۔ آپ جائیے ۔۔۔ میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے" ۔۔۔ صفدر اب بھی جانے سے گریز کر رہا تھا۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔
صفدر پوری ٹیم میں سب سے زیادہ چاق و چوبند تھا۔ لیکن اب وہ کاہل اور سست آدمی محسوس ہو رہا تھا۔ جسے ذرا سا چلنا پھرنا بھی گوارا نہ ہو۔
"مگر یہ ایکسٹو کی ہدایت ہے" ۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ایکسٹو کی" ۔۔۔ صفدر کچھ لمحے سوچتا رہا۔ جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ ایکسٹو کی ہدایت پر عمل کرے یا نہیں۔
"اچھا چلیں" ۔۔۔ آخر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"کپڑے تبدیل کر لو" ۔۔۔ عمران نے اُسے کہا اور پھر صفدر سست قدم اٹھاتا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ کپڑے تبدیل کر کے واپس آ گیا۔ مگر اس نے شیو نہیں بنائی تھی۔ ویسے ہی چلا آیا تھا۔
عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھے مگر اچانک صفدر کی نظر دیوار پر موجود ایک چھپکلی پر پڑی اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔
"عم ۔۔۔ عمران صاحب! ۔۔۔ چھپکلی کہیں کاٹ نہ لے" ۔۔۔ صفدر نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔
"چھپکلی سے ڈر رہے ہو ۔۔۔ بزدل کہیں کے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ اس کے ذہن

میں سر سلطان کی باتیں آگئیں اور ساتھ ہی کار ڈرائیو کرتے ہوئے موت کا خوف جو اُسے محسوس ہوا تھا وہ بھی اس کے ذہن میں آیا۔ اور اب جنگ کی حالت بھی اس کے سامنے تھی۔

صفدر جو انتہائی بہادر اور دلیر ایجنٹ تھا اس وقت ایک حقیر چھپکلی سے خوف کھا رہا تھا۔

"صفدر!۔ کیا تم نے ریوالور لے لیا ہے" ___؟ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ریوالور" ___ صفدر مزید خوفزدہ ہو گیا۔

"عمران صاحب!۔ اس کا نام نہ لیں ۔ مجھے خوف آتا ہے ۔ اگر کہیں اتفاقاً چل گیا تو میں مر جاؤں گا" ___ صفدر کی مکمل طور پر کایا پلٹ چکی تھی۔

"اچھا میرے ساتھ آؤ" ___ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر کار میں آ بیٹھے۔

عمران نے کار ڈرائیو کرنا شروع کر دی۔ اس کا رخ اپنے فلیٹ کی طرف تھا۔ اس نے صفدر کی بزدلی محسوس کرتے ہوئے اپنا پہلا پلان [بدل] دیا تھا۔ جلد ہی وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔

صفدر کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھا اس نے نمبر ڈائل کئے۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

"ہیلو۔ کون ہے" ___ دوسری طرف سے جوزف کی آواز آئی۔

"عمران بول رہا ہوں" ___ عمران نے جواب دیا۔

"یس باس" ___ عمران کی آواز سن کر جوزف کی پکار سنائی دی۔

"تم تیار ہو جاؤ ___ کافی دنوں کے بعد تمہیں ورزش کا موقع ملے گا۔ میں ابھی آ رہا ہوں" ___ عمران نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ صفدر اس کی گفتگو سے لاتعلق سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"ادھر آؤ صفدر! ___ تمہارے چہرے پر میک اپ کر دوں" ___ عمران نے اسے ڈریسنگ روم کی طرف چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ صفدر خاموشی سے اٹھ کر عمران کے پیچھے چل دیا۔

ڈریسنگ روم میں پہنچ کر عمران نے صفدر کا میک اپ کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر بعد صفدر ایک خطرناک غنڈے کے روپ میں تبدیل ہو چکا تھا۔

"اب آؤ میرے ساتھ" ___ عمران نے اس کے میک اپ سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں فلیٹ سے نیچے آئے اور دوبارہ کار میں بیٹھ گئے۔ عمران سٹیرنگ پر بیٹھا تھا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں عمران صاحب" ___؟ صفدر نے پہلی بار سوال کیا۔

"ایک نہایت ضروری تجربہ کرنا ہے" ___ عمران نے جواب دیا۔

"تجربہ!۔ کیسا تجربہ" ___؟ صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"تم ابھی نہیں سمجھو گے ___ بعد میں تمہیں ہر چیز کی تفصیل بتلاؤں گا"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور صفدر خاموش ہو گیا۔

جلد ہی عمران کی کار دانش منزل کے گیٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ عمران نے نیچے اتر کر کال بیل کا بٹن دبا دیا اور چند ہی لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا۔

۔۔ تے جوزف کھڑا تھا۔

جوزف اس وقت باقاعدہ اپنی مخصوص وردی میں تھا۔ دونوں سائیڈوں میں لٹکے ہوئے ہولسٹروں میں ریوالور صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران کی کار دیکھ کر اس نے پھاٹک مکمل طور پر کھول دیا۔

عمران دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور پھر اس نے کار پھاٹک میں داخل کر دی۔

پورچ میں کار روک کر عمران نے صفدر کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں نیچے اتر کر آگے پیچھے چلتے ہوئے مخصوص کمرے کی طرف بڑھے۔ جوزف بھی اس دوران پھاٹک بند کر کے واپس آگیا۔ وہ بڑی حیرت سے صفدر کو دیکھ رہا تھا۔

مخصوص کمرے میں پہنچ کر عمران نے صفدر کو کونے میں لگے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کے لئے کہا۔

جوزف کمرے سے باہر ہی رک گیا تھا۔

صفدر کو وہاں بٹھا کر عمران کمرے سے باہر آیا اور اس نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور کافی دور جا کر وہ رک گیا۔

"جوزف! ۔۔۔ کیا تم تیار ہو" ۔۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"یس باس! ۔۔۔ اس وقت میں فارم میں ہوں ۔۔۔ آپ کا فون ملتے ہی میں نے پوری تین بوتلیں اکٹھی پی لی ہیں" ۔۔۔ جوزف نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"سنو! ۔۔۔ مخصوص کمرے میں جو غنڈہ بیٹھا ہوا ہے اس کی خوب پٹائی کرنی ہے ۔۔۔ لیکن خیال رہے کہ کوئی خطرناک چوٹ اسے نہ لگے

اور وہ چاہے کچھ بھی کہتا رہے ۔۔۔ جب تک میں اشارہ نہ کروں، ہاتھ نہیں روکنا ۔۔۔ ہاں! ۔۔۔ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ لڑائی بھڑائی اور خاص طور پر باکسنگ کا ماہر ہے ۔۔۔ یہ نہ ہو کہ وہ الٹا تمہاری پٹائی کر دے" ۔۔۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ آپ جوزف دی گریٹ کی توہین کر رہے ہیں ۔۔۔ آپ حکم کریں تو میں مکے مار مار کر اس کی ہڈیاں توڑ دوں" ۔۔۔ جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بس بس ۔۔۔ زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ اور ہاں سنو! جب تک میں نہ بلاؤں تم یہیں ٹھہرو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر واپس مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر صوفے پر خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے انداز نشست سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ ہر چیز سے قطعی لاتعلق ہو اور اس کی حیثیت ایک اجنبی سے زیادہ نہ ہو۔

"صفدر! ۔۔۔ غور سے سنو! ۔۔۔ ایکسٹو نے اس بار تمہارے ذمہ ایک عجیب و غریب ڈیوٹی لگائی ہے ۔۔۔ تم باکسنگ اور لڑائی بھڑائی میں ماہر ہو ۔۔۔ ایکسٹو جوزف پر ایک تجربہ کرنا چاہتا ہے اور وہ تجربہ اس صورت میں مکمل ہو سکتا ہے جب تم جوزف کی اچھی طرح پٹائی کر دو ۔۔۔ اور جوزف کو قطعی معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ تم دراصل کون ہو ۔۔۔ میں جوزف کو اندر بلاؤں گا اور پھر موقع ملتے ہی تم اس پر پل پڑنا۔ اور جب تک میں اشارہ نہ کروں اس کی خوب پٹائی ہونی چاہیئے" ۔۔۔ عمران نے صفدر کو پلان سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مم ـــ مگر عمران صاحب! ـــ میں تو نہیں لڑ سکتا ـــ مجھے لڑائی سے خوف آتا ہے۔ جوزف کا ایک مکہ میری ہڈیاں توڑ دے گا۔ آپ مجھے معاف کریں اور خود جوزف سے لڑ لیں" ـــ صفدر لڑائی کا نام سنتے ہی گھبرا گیا۔ اس کی آنکھوں سے انتہائی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

"گھبراؤ نہیں ـــ جوزف کی پٹائی ضروری ہے ـــ اور یہ تمہارے ہی ہاتھوں ضروری ہے ـــ ایکسٹو کا حکم ہے۔ اس لئے تمہیں یہ کرنا ہی پڑے گا" ـــ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں عمران صاحب! ـــ میں نہیں لڑ سکتا ـــ مجھے لڑائی سے خوف آتا ہے ـــ میں ایکسٹو سے معافی مانگ لوں گا" ـــ صفدر ابھی تک نہ لڑنے پر بضد تھا۔ لڑائی کے نام پر ہی اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔

"نہیں تمہیں لڑنا پڑے گا ـــ ورنہ ایکسٹو تمہیں گولی مار دے گا" ـ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"گولی مار دے گا" ـــ صفدر ایک دم گھبرا گیا۔ وہ مکمل طور پر حواس باختہ ہو چکا تھا۔

"ہاں! ـــ اس نے مجھے یہی کہا تھا ـــ اور تم جانتے ہو کہ ایکسٹو اپنی ضد کا کتنا پکا ہے" ـــ عمران نے اسے مزید دھمکاتے ہوئے کہا۔

"پھر مرنے سے بہتر تو یہی ہے کہ میں جوزف سے لڑ لوں" ـــ صفدر نے بڑے خوف کی نسبت چھوٹے خوف کو گوارہ کر لیا۔

"اب ٹھیک ہے ـــ گھبراؤ مت ـــ تم باآسانی جوزف کی پٹائی کر لوگے"۔ عمران نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران نے دروازے سے باہر نکل کر جوزف کو کمرے میں آنے

کا اشارہ کیا۔

وہ عجیب ڈرامہ مرتب کر چکا تھا۔ جوزف اور صفدر کی لڑائی اور وہ بھی بلامقصد۔ جوزف تو عمران کے اشارے کا منتظر تھا۔ جوش سے اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ لڑائی کا نام سنتے ہی اس کی آنکھوں میں سرخی آگئی تھی۔ وہ تیر کی طرح کمرے کی طرف لپکا۔

"جوزف! ـــ لو اپنا شکار سنبھالو" ـــ عمران نے جوزف سے کہا۔

اُدھر صفدر بھی صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سُرخی دوڑ گئی تھی۔

عمران اطمینان سے ایک طرف صوفے پر بیٹھ گیا۔

جوزف چند لمحے تو بغور صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ بجلی کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے صفدر الٹ کر کمرے کے بائیں کونے میں جا پڑا۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ جوزف نے بڑا بھرپور لفٹ ہک مارا تھا۔

اب صفدر بھی ذرا تیزی سے اٹھا اور پھر وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا کمرے کے درمیان میں کھڑے جوزف کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی صفدر قریب آیا، جوزف نے اس کی ناک پر پنچ مارنا چاہا مگر صفدر نے تھوڑا سا پہلو بدلا اور پھر جوزف کے پیٹ پر زور سے مکہ دے مارا۔ مگر صفدر کے مکے کا جوزف پر رتی برابر بھی اثر نہ ہوا۔ اور عمران صوفے پر بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ گو صفدر نے مکہ بڑی مہارت سے مارا تھا مگر اس کے مکے میں جان ہی نہیں تھی۔

جوزف کے لئے صفدر کا یہ مکہ بارود میں چنگاری کے مترادف تھا پھر جوزف کے بازوؤں نے پنڈولم کی طرح حرکت کرنی شروع کر دی اور

صفدر چہرے پر پڑنے والے تابڑ توڑ مکّوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔ اور
اب وہ دفاع پر اتر آیا تھا اور وہ آگے بڑھ کر جوزف کو ضرب لگانے کی
بجائے صرف جوزف کے مکّوں سے بچنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔

اچانک جوزف نے پوری قوت سے اس کی بائیں پسلی پر کھڑی ہتھیلی
کی ضرب لگائی اور صفدر بے اختیار آگے کی طرف جھک گیا۔

دوسرے لمحے جوزف نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر ایک مکّہ
جڑ دیا اور صفدر ایک بار پھر فرش چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔

اس دفعہ صفدر سے اٹھا ہی نہیں گیا۔ اس نے ایک دو دفعہ اٹھنے
کی کوشش کی مگر جوزف کے بوٹ کی بھرپور ٹھوکر نے اُسے دوبارہ ڈھیر
کر دیا۔ آخر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

جوزف اب پاگل پن کی حدوں کو چھُونے لگا تھا۔ اس نے صفدر کے
جسم پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔

" ٹھہرو جوزف! ۔۔ بس کرو کافی ہو گئی ہے" ۔۔ عمران نے اچانک
جوزف کو روک دیا۔

اور جوزف یُوں رک گیا جیسے چلتی ہوئی مشین ایک دم رُک جاتی ہے

" باس! ۔۔ آپ تو کہتے تھے کہ یہ بڑا خطرناک غنڈہ ہے اور لڑائی بھڑائی
اور باکسنگ کا ماہر ہے ۔۔ مگر یہ تو قطعی بزدل ہے ۔۔ اسے تو لڑنا
بھی نہیں آتا" ۔۔ جوزف نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے
چہرے پر ایسے اثرات تھے جیسے اُسے اس لڑائی میں قطعی لطف نہ آیا ہو۔

" زیادہ باتیں مت کرو ۔۔ اسے اٹھاؤ اور میرے پیچھے آؤ" ۔۔
عمران نے جوزف سے کہا اور پھر خود کمرے سے باہر نکل آیا۔ جوزف نے

بڑا سا منہ بناتے ہوئے آگے بڑھ کر بیہوش پڑے ہوئے صفدر کو اٹھا کر
کندھے پر لادا اور پھر عمران کے پیچھے چل دیا۔

عمران دانش منزل کے تہہ خانوں میں اترتا ہوا اپنی مخصوص تجربہ گاہ
میں آیا۔ جوزف جو اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ کمرے میں آ کر رُک گیا۔

" اسے میز پر لٹا دو" ۔۔ عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف نے
کمرے کے درمیان میں پڑی ہوئی میز پر صفدر کو لٹا دیا۔

" تم اب جاؤ" ۔۔ عمران نے جوزف سے کہا۔ اور جوزف خاموشی
سے باہر چلا گیا۔

جوزف کے جانے کے بعد عمران نے تجربہ گاہ کی ایک سائیڈ میں پڑا
ہوا ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور پھر اس کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے
جلد ہی رابطہ مل گیا۔

" طاہر! ۔۔ میں عمران بول رہا ہوں ۔۔ فوراً دانش منزل پہنچو" ۔۔
عمران نے صرف اتنا کہا اور رسیور رکھ دیا۔

اب وہ بیہوش صفدر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے صفدر کے سینے پر
ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکن کا اندازہ لگایا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلا دیا
خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

پھر وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑی ہوئی مختلف دواؤں کی بوتلوں کی طرف
بڑھا۔ ابھی وہ سائیڈ ٹیبل کے قریب ہی گیا تھا کہ اچانک اس کی کلائی میں
ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی۔ اس نے چونک کر اپنی بائیں کلائی کی طرف دیکھا
اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل میں ایک سُرخ نقطہ بار بار
جل بجھ رہا تھا۔

عمران نے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں کھینچا اور گھڑی کو کان کے قریب لے آیا۔

"ہیلو ٹائیگر سپیکنگ۔ اوور" ـــ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"یس ـــ عمران سپیکنگ۔ اوور" ـــ عمران نے جواباً کہا۔

"سر! ـــ میں نے ڈاکٹر خالد رشید کا تعاقب کیا اور ـــ" ٹائیگر نے تفصیل سے تمام رپورٹ دی۔

"ہونہہ! ـــ فوجی چھاؤنی میں تمہارا کوئی دوست رہتا ہے۔ اوور" عمران نے سوال کیا۔

"یس باس! ـــ وہاں کئی ملٹری آفیسر میرے دوست ہیں۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔ ویسے اس کے لہجے میں عمران کے اس انوکھے سوال کی بنا پر حیرت صاف جھلک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے ـــ تم ان میں سے کسی دوست سے جا کر ملو۔ اور پھر مجھے رپورٹ کرو کہ اس کی ذہنی حالت کیسی ہے ـــ؟ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ جنگ کے متعلق کیسے خیالات رکھتا ہے۔ اوور" ـــ عمران نے اسے ہدایات دیں۔

"سوری باس! ـــ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اوور" دوسری طرف سے ٹائیگر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ ویسے اس کے لہجے سے صاف نمایاں تھا کہ وہ عمران کی اس عجیب و غریب ہدایت پر الجھ کر رہ گیا ہے۔

"میں اپنے الفاظ دوہرانے کا عادی نہیں ـــ جیسا میں نے کہا ہے

ویسا کرو۔ اوور" ـــ عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر! ـــ میں ابھی جاتا ہوں۔ اوور" ـــ دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ عمران نے کہا اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

رابطہ ختم کر کے عمران دوبارہ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک شیشی اٹھا کر اس کے لیبل کو بغور دیکھا اور پھر واپس صفدر کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے دروازے پر بلیک زیرو نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ عمران کے اس طرح اچانک بلانے پر پریشان ہو گیا ہو۔

"آؤ طاہر" ـــ عمران نے اسے دروازے میں ہی رکتے دیکھ کر کہا اور بلیک زیرو اندر آ گیا۔

"یہ صفدر ہے" ـــ عمران نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ میک اپ میں ہے" ـــ؟ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"ہاں" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"مگر اسے زخمی کس نے کیا ہے" ـــ بلیک زیرو، صفدر کی حالت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کا تمام چہرہ سوج گیا تھا۔ منہ اور ناک سے خون رس رہا تھا۔

"جوزف نے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"جوزف نے" ـــ؟ بلیک زیرو اچھل پڑا۔

"مگر کیوں" ـــ؟ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

" صفدر کو میں میک اپ کرا کر یہاں لے آیا ۔۔۔ اور پھر جوزف اور صفدر میں لڑائی کرائی ۔۔۔ نتیجے میں اب یہ یہاں موجود ہے" ۔۔۔ عمران نے اسے تفصیل بتلائی ۔

مگر بلیک زیرو کے ذہن میں ابھی تک ایک بڑا سا سوالیہ نشان موجود تھا ۔ وہ عمران کی بات سرے سے ہی سمجھ نہیں سکا ۔ بھلا جوزف اور صفدر کی لڑائی کرانے کا فائدہ ؟

" مگر کیوں" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے دوبارہ اپنا سوال دوہرایا ۔

" یہ بعد میں تبلاؤں گا" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا ۔

مگر صفدر کی حالت سے تو محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے جوزف نے اس کی خوب پٹائی کی ہے ۔۔۔ اور پھر باہر جوزف تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے ۔ اسے تو معمولی سی چوٹ تک نہیں آئی" ۔۔۔ بلیک زیرو اب بھی حیران تھا ۔ اس کا عمران کی دماغی صحت پر مکمل طور پر اعتماد اٹھتا چلا جا رہا تھا ۔

" ہاں ! ۔۔۔ صفدر اسے صرف ایک ہاتھ مار سکا اور وہ بھی ڈھیلا سا ۔۔۔ مگر جوزف نے اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا ۔

مگر صفدر موم کا پتلا تو نہیں ۔۔۔ یہ تو جوزف کو ناکوں چنے چبوا دیتا" ۔ بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا ۔

اسی بات کو دیکھنے کے لئے تو میں نے یہ لڑائی کرائی ہے ۔۔۔ طاہر ! تمہاری اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ صفدر کی مکمل طور پر کایا پلٹ چکی ہے ۔۔۔ اب یہ وہ پہلے والا صفدر نہیں رہا ۔۔۔ یہ نیا صفدر سست

کاہل اور انتہائی بزدل ہے ۔۔۔ جسے ریوالور کے نام سے موت نظر آتی ہے ۔۔۔ جو ایک حقیری چھپکلی سے خوف کھاتا ہے ۔۔۔ اور جو جوزف کے ہاتھوں یوں پٹا ہے جیسے ظالم استاد کے ہاتھوں کوئی کمزور سا بچہ" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا ۔

" میں اس بات کو کسی صورت تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو سے آخر نہ رہا گیا ۔ چنانچہ اس نے عمران کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔

" میں صحیح کہہ رہا ہوں ۔۔۔ اچھا اب تم جاؤ ۔۔۔ میری کار کی پچھلی سیٹ پر ایک فائل پڑی ہے تم اس کا مطالعہ کرو ۔ جب تک میں صفدر کو ہوش میں لا کر ڈریسنگ کر لوں اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی" ۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا ۔

اور بلیک زیرو خاموشی سے واپس مڑا اور لیبارٹری سے باہر نکلتا چلا گیا ۔

جولیا کو جب ہوش آیا تو پہلے تو وہ خالی خالی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی
پھر اس کا شعور لمحہ بہ لمحہ جاگتا گیا اور چند ہی لمحوں بعد وہ پوری طرح ہوش میں
آگئی اور اسے پچھلے تمام منظر یاد آتے گئے۔

اور دوسرے لمحے وہ اضطراری طور پر اچھل کر بیٹھ گئی اور پھر وہ یہ دیکھ کر
حیران رہ گئی کہ وہ اپنے فلیٹ کے بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں موجود
کمرہ ہر قسم کے فرنیچر سے عاری تھا۔

صرف ایک پلنگ جس پر جولیا خود موجود تھی۔ کمرے کی دیواریں سپاٹ
صرف سامنے کونے میں ایک دروازہ تھا۔ جو بند تھا۔ کمرے میں مرکزی بلب
جل رہا تھا اور اس کمرے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

جولیا نے اپنے لباس پر نظر ڈالی۔

وہ اس وقت بھی اسی لباس میں تھی جو اس نے بیہوش ہونے سے پہلے پہنا
ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے بیہوش کرنے کے بعد اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔

وہ پلنگ سے نیچے اُتر آئی اور پھر تیزی سے بند دروازے کی طرف بڑھی۔ یہ
قطعی ایک اضطراری حرکت تھی۔ ورنہ ظاہر ہے۔ اغوا کرنے والے یہ تو کبھی نہیں
چاہتے کہ وہ دروازہ کھلا چھوڑ دیں اور ان کا شکار دروازہ کھول کر باہر نکلے اور
پھر خراماں خراماں چلتا ہوا اپنے فلیٹ پر پہنچ جائے۔

دروازہ حسب توقع باہر سے بند تھا۔

جولیا چند لمحوں تک بغور کمرے کو دیکھتی رہی۔ وہ شاید فرار ہونے کا راستہ
ڈھونڈنا چاہتی تھی۔ مگر سیمنٹ کی مضبوط اور سپاٹ دیواریں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی واپس پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔

اس کا ذہن اپنے اس عجیب اور پُراسرار اغوا پر اُلجھا ہوا تھا۔ ابھی وہ کسی
نتیجے پر نہیں پہنچی تھی کہ اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھُلا۔

اور پھر کمرے میں ایک سٹین گن بردار داخل ہوا۔ اس نے سفید رنگ کی
وردی پہن رکھی تھی۔ سینے پر ایک چھوٹا سا بیج لگا ہوا تھا۔ سانپ کے ڈیزائن کا بیج۔

"چلو لڑکی۔"

اس نے سٹین گن کا رُخ جولیا کی طرف کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور جولیا چپ چاپ پلنگ سے اتری اور پھر سٹین گن بردار کے آگے چلتی ہوئی
کمرے سے باہر نکل آئی۔

یہ ایک طویل راہداری تھی جس کی چھت میں جگہ جگہ مرکری بلب لگے ہوئے
تھے۔ اور جن کی تیز روشنی کی وجہ سے راہداری بقعۂ نور بنی ہوئی تھی۔

"دائیں طرف چلو"۔ سٹین گن بردار نے اسے حکم دیا۔

جولیا خاموشی سے دائیں طرف چل دی۔
کافی دور تک راہداری میں چلتے ہوئے سٹین گن بردار نے اسے ایک دروازے کے سامنے رکنے کے لیے کہا۔
"اس پر دستک دو۔" اس نے جولیا کو حکم دیا۔
اور جولیا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔
دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔
"اندر چلو۔" سٹین بردار نے حکم دیا۔
اور جولیا اندر داخل ہو گئی۔ جولیا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ کھٹاک سے بند ہو گیا۔ سٹین گن بردار باہر ہی رہ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر جولیا بے اختیار مڑی اور پھر دروازہ کو بند پا کر اس نے ایک طویل سانس لی۔
یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا اور اس پورے کمرے کے درمیان میں صرف ایک کرسی موجود تھی۔
"لڑکی اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔" اچانک کمرے میں ایک بھاری بھرکم آواز گونجی۔
جولیا نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر آواز کا مخرج اسے معلوم نہ ہو سکا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے کمرے کی دیواروں کی ہر اینٹ سے آواز نکل رہی ہو۔
جولیا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کرسی کے قریب پہنچی اور پھر وہ ڈرتے ڈرتے کرسی پر بیٹھ گئی۔
وہ کرسی پر اس انداز سے بیٹھی تھی جیسے اُسے خطرہ تھا کہ کرسی پر بیٹھتے ہی کرسی ٹوٹ جائے گی۔
اس کے کرسی پر بیٹھتے ہی اچانک کرسی کے دونوں پایوں سے لوہے کے کڑے نکلے اور گھوم کر بند ہو گئے۔ اب جولیا کی ٹانگیں کرسی کے پایوں سے

جکڑی جا چکی تھیں۔
دوسرے لمحے ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور چھت سے تیز سُرخ روشنی کی بوچھاڑ جولیا پر پڑنے لگی۔ جولیا اس روشنی میں نہا سی گئی۔
اور دوسرے لمحے جولیا کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے تمام جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگی ہوں۔ اس نے بے اختیار اپنے جسم کو کھجلانا چاہا۔ مگر یہ دیکھ کر اسے بیحد حیرت اور ساتھ ہی مایوسی بھی ہوئی کہ اس کے دونوں ہاتھ قطعی مفلوج ہو چکے ہیں۔ وہ پوری کوشش کے باوجود بھی انھیں حرکت نہیں دے سکتی۔
روشنی برابر اس پر پڑ رہی تھی۔
اب اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ کپڑے اتار پھینکے۔ کیونکہ کپڑے اب اس کے جسم کے ساتھ لگ کر اسے بے پناہ تکلیف پہنچا رہے تھے۔ مگر وہ بے حس و حرکت بیٹھے رہنے پر مجبور تھی۔
تکلیف بڑھتی چلی گئی اور بے پناہ ضبط کے باوجود اس کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں۔
اب اس کا جسم تنور کی طرح دہک رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں آگ ہی آگ بھری ہوئی ہو۔ شدّتِ تکلیف سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اور آنکھیں باہر کو اُبل آئی تھیں۔
اور پھر اچانک روشنی غائب ہو گئی۔ جولیا کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے وہ مرتی مرتی دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئی ہو۔ تکلیف آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی۔ اس کے جسم میں ٹھنڈک پڑتی چلی جا رہی تھی اور پھر اُس کے دونوں ہاتھ بھی حرکت کرنے لگے۔ اور ساتھ ہی جسم بھی۔
چند منٹوں بعد وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔

جیسے اُسے کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ ہو۔ وہ بالکل نارمل پوزیشن میں تھی۔ صرف اس کی ٹانگیں کرسی سے بدستور جکڑی ہوئی تھیں۔

"لڑکی اب جو میں سوال پوچھوں اس کا صحیح جواب دینا ورنہ میرے ایک اشارے پر تمہیں اس سے لاکھ گنا زیادہ عذاب جھیلنا پڑے گا۔" آواز دوبارہ کمرے میں گونجی۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو اور تمہارا مقصد کیا ہے۔" جولیا نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ کافی دلیر لڑکی ہو۔ ابھی تک تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں لگے۔" آواز نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔

"تم نے مجھے اغوا کیوں کیا ہے اور تم کیا چاہتے ہو۔" جولیا نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" مخاطب نے بجائے سوال کے جواب دینے کے الٹا اس سے سوال کر دیا۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب؟" جولیا کو بھی غصہ آگیا۔

دوسرے لمحے ایک بار پھر ہلکا سا کھٹکا ہوا اور جولیا ایک بار پھر اسی سُرخ روشنی میں نہا گئی۔

مگر اس دفعہ روشنی پہلے سے زیادہ سُرخ اور تیز تھی۔ چند لمحوں بعد جولیا ایک بار پھر پرانی حالت میں پہنچ گئی۔ اس نے ہونٹوں پر دانت جما دیئے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مخاطب کو اپنی قوت برداشت دکھا دے گی۔

مگر یہ غیر انسانی تکلیف بڑھتی ہی چلی گئی۔ حتیٰ کہ جولیا کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور اس کے حلق سے ایک طویل چیخ نکل گئی۔

"نام بتلاؤ۔" آواز اس کے کانوں میں آئی۔

مگر تکلیف اتنی شدید تھی کہ اُسے نام بتلانے کا ہوش کہاں رہ گیا تھا۔ اور کوئی بعید نہیں کہ اسے اس شدید ترین تکلیف میں اپنا نام ہی بھول گیا ہو۔ وہ لگاتار چیخیں مارتی چلی گئی۔ پھر تکلیف کی انتہائی شدت کی بنا پر اس کے حواس نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ بیہوش ہو گئی۔

اس کے بیہوش ہوتے ہی روشنی ایک بار پھر غائب ہو گئی اور پھر اچانک دائیں طرف کی دیوار اپنی جگہ سے کھسکی اور اس سے بننے والے خلاء سے ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ اس نے گہرے سُرخ رنگ کی وردی پہنی ہوئی تھی اور اس کے سینے پر ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

یہ ایک کافی بڑا بیج تھا جو سیاہ رنگ کی کسی چمکدار دھات سے بنایا گیا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جولیا کے قریب آیا اور پھر اس نے جولیا کو بغور دیکھا۔ اور دوسرے لمحے اس نے کرسی کی پشت پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔

جولیا کی دونوں ٹانگیں آزاد ہو گئیں۔

اُس نے دونوں ہاتھوں پر بے ہوش جولیا کو اٹھایا اور پھر اسے لیے ہوئے دوبارہ اس خلاء میں چلا گیا۔

دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ وہ اس کمرے کے دروازے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

سیڑھیاں دروازے کے قریب ہی تھیں۔ تقریباً بیس سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ ایک برآمدے میں پہنچا اور پھر برآمدے کے آخری کونے میں موجود دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔

"کم ان۔" اندر سے وہی بھاری بھرکم آواز سنائی دی جو جولیا نے نیچے کمرے میں گونجتی ہوئی سنی تھی۔

جولیا کو اٹھائے ہوئے نقاب پوش کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کے ایک کونے میں ایک بڑی میز کے پیچھے ایک لحیم شحیم سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سر سے گنجا تھا اور چہرے پر درشتی اور خباثت کے آثار صاف نمایاں تھے۔

اس کے اشارے پر نقاب پوش نے جولیا کو ایک صوفے پر لٹا دیا۔

"اسے ہوش میں لاؤ نمبر ٹو۔" میز کے پیچھے موجود گنجے نے حکم دیا۔

"یس باس۔" نقاب پوش نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ لٹو کی طرح گھوم کر ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے الماری کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی اٹھائی اور دوبارہ جولیا کے قریب آیا۔ اس نے شیشی کا ڈھکن کھول کر اسے جولیا کی ناک سے لگا دیا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں جولیا کی آنکھیں کھل گئیں۔

نقاب پوش جولیا کے ہوش میں آتے ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے شیشی بند کر کے پھر اسے دوبارہ الماری میں رکھ کر وہ ایک طرف مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"لڑکی اب اٹھو۔" باس نے قدرے سخت لہجے میں جولیا سے کہا۔

جو ہوش میں آنے کے باوجود خالی الذہن کیفیت میں پڑی آنکھیں جھپک رہی تھی۔

اس آواز نے جولیا پر جادو کا سا کام کیا۔

جولیا کے کانوں میں جیسے ہی یہ آواز پڑی جولیا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی

وہ اب بغور باس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا اب بھی تم اپنا نام نہیں بتاؤ گی۔" باس نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

"تم پہلے بھی اسی شرافت سے سوال کر سکتے تھے۔ پھر کرسی سے مجھے جکڑنے اور وہ روشنی ڈال کر مجھے تکلیف پہنچانے سے تمہیں کیا ملا۔"

جولیا نے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"پہلی بار میں تمہارا میک اپ چیک کرنا چاہتا تھا۔ ریڈ ریز کی زد میں آنے کے بعد ہر قسم کا میک اپ صاف ہو جاتا ہے۔ دوسری دفعہ تمہیں سزا دینے کے لیے تم پر ریڈ ریز ڈالی گئی تھیں۔" باس نے مسکراتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دیا۔

"ہونہہ۔" جولیا خاموش ہو گئی۔

"دیکھو لڑکی تم ایک غیر ملکی ہو۔ تمہیں اس ملک سے ہمدردی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ ملک پاگلوں اور سر پھروں کا ہے۔ یہ لوگ مذہبی دیوانے ہیں۔ یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ دنیا کی دلیر ترین اور بہادر قوموں میں سے ایک ہے اس لیے پوری دنیا کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے اختلاف بھلا کر متحد اور خوشحال ہو گئے اور انہوں نے اپنی فوجی طاقت بڑھا لی تو یہ چھوٹا سا ملک پوری دنیا کے لیے کسی بھی وقت خطرہ بن سکتا ہے اور ہم ایسا نہیں چاہتے۔ اور تمہیں بھی ایسا ہی چاہنا چاہیے۔" باس نے جولیا کے سامنے ایک چھوٹی سی تقریر کر ڈالی۔

جولیا خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اچانک اس کے ذہن میں ایک نئی کھڑکی کھل گئی ہو۔

"لڑکی میری بات کا جواب دو۔" باس نے قدرے تحکمانہ لہجہ میں جولیا سے کہا۔

"ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو مگر....."

جولیا نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اپنی بات نامکمل چھوڑ دی۔

"اگر مگر کی یہاں گنجائش نہیں۔ تم شاید سوئس ہو۔ اور اس ملک کے خلاف اس مشن میں دنیا کے تمام ممالک شامل ہیں۔ تمہارا ملک بھی ہمارے ساتھ ہے اس لیے ظاہر ہے اس ملک کے باشندہ ہونے کی وجہ سے تمہارا فرض ہے کہ تم ہماری مدد کرو۔" باس نے اس کی ذہنی کایا پلٹنی شروع کر دی۔

"مگر میں کیا امداد کر سکتی ہوں۔ میں ایک بے بس لڑکی ہوں۔" جولیا نے اس کے الفاظ سے متاثر ہوتے ہوئے جواب دیا جیسے اُسے اچانک احساس ہوا ہو کہ وہ اپنے اصلی وطن سے غداری کر رہی ہے اور اس مذہبی ملک میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔

"ویری گڈ تم نے واقعی صحیح سوچا ہے۔" باس میز کی سطح کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اور دوسرے لمحے جولیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے سامنے رکھی ہوئی میز کی سطح ایک سکرین کی طرح روشن تھی اور اس میں مختلف لکیریں بجلی کی طرح کوند رہی تھیں۔

"تمہارا نام۔" باس نے اس دفعہ پھر نام پوچھا۔

"جولیانا فرڈواٹر۔" جولیا نے بڑی سعادتمندی سے جواب دیا۔

اس نے جیسے ہی جواب دیا میز کی روشن سطح پر ایک لکیر بنتی اور بگڑتی چلی گئی۔

"کیا تم سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہو؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں۔" جولیا نے عادتاً جواب دے دیا۔

"جھوٹ مت بولو جولیا۔ میں جھوٹ کی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔" باس میز پر دیکھتے ہوئے بگڑ گیا۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں۔" جولیا نے جواب دیا۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ تمہارے ذہن میں پیدا ہونے والا ہر ارادہ اس وقت میز کی سطح پر نظر آ رہا ہے۔" باس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ اور جولیا ٹھٹھک کر رہ گئی۔

"اب سچ سچ بتلاؤ۔" باس نے دوبارہ نرم لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں میں سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہوں۔" جولیا نے اس بار حامی بھر لی۔

"حیرت ہے اس ملک کے لوگ انتہائی بیوقوف ہیں کہ ایک غیر ملکی کو اپنی سیکرٹ سروس کا ممبر بنا لیتے ہیں۔" باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اس کے الفاظ جولیا کے کانوں میں پڑ گئے اور جولیا دھیرے سے مسکرا دی۔

"جی بیوقوف نہیں بلکہ وہ ہم لوگوں کی ذہانت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔" جولیا نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا اب تم سیکرٹ سروس کے متعلق تفصیل سے بتاؤ میں تفصیلی معلومات چاہتا ہوں۔" باس نے اصل روپ پیش کر دیا۔

"سیکرٹ سروس میں مختلف گروپ ہیں۔ ہر گروپ ایک دوسرے سے علیحدہ رہتا ہے اور کام کرتا ہے۔ کسی گروپ کو دوسرے گروپ کے ممبران کے متعلق علم نہیں ہوتا۔ ہر گروپ کا انچارج علیحدہ ہوتا ہے۔"

"ہونہہ یہ ایک نئی اطلاع ہے۔ اس سے پہلے تو ہم نے گروپ بندی کے متعلق نہیں سُنا۔" باس کے لہجے میں الجھن نمایاں تھی۔

ویسے میز کی سطح پر بکھرتی ہوئی ہوتی لائنیں بتلا رہی تھیں کہ جولیا ٹھیک

کہہ رہی ہے کیونکہ جولیا اب تمام پروسیجر سمجھ چکی تھی اس لیے ایکسٹو کی دی ہوئی
مخصوص ذہنی ٹریننگ اس وقت کام آ رہی تھی۔ جولیا نے دماغ کی تمام
قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا تمام زور اس بات پر ڈال دیا تھا۔ باقی
ہر قسم کا خیال ذہن سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔

"تم کون سے گروپ میں ہو اور تمہارے گروپ میں کتنے ممبر ہیں؟" باس
نے سوال کیا۔

"میرے گروپ میں میرے علاوہ صرف تین اور آدمی ہیں جب مجھے اغوا
کیا گیا تو وہ تینوں وہیں موجود تھے۔" جولیا نے جواب دیا۔

"ہونہہ" باس چند لمحے سوچتا رہا۔

پھر اس نے دوسرا سوال کیا: "تمہارا کیا خیال ہے سیکرٹ سروس میں
اور کتنے گروپ ہوں گے؟"

"صحیح تعداد کا تو علم نہیں البتہ میرا اندازہ ہے کہ دس کے قریب گروپ
اور ہوں گے؟" جولیا نے جواب دیا۔

"اور تمہارے گروپ کا انچارج کون ہے؟" باس نے پوچھا۔

"میں خود انچارج ہوں؟" جولیا نے جواب دیا۔

"اوہ تم گروپ انچارج ہو۔ اس کا مطلب ہے تمہارا چیف تم پر کافی سے
زیادہ اعتماد کرتا ہے؟" باس نے چونک کر سوال کیا۔

"جی ہاں" جولیا بھلا اور کیا جواب دیتی۔

اس نے صرف جی ہاں کہنے پر اکتفا کیا۔

"اور سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو کون ہے؟" اس دفعہ باس نے اپنے
لہجے پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں باوجود سخت کوشش کے آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔" جولیا نے
اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم سیکرٹ سروس میں اتنا اہم عہدہ رکھتی ہو اور
تمہیں چیف کے متعلق علم نہ ہو۔" باس کا لہجہ مشکوک تھا۔
جیسے اُسے جولیا کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں۔ آپ چیک کر لیں۔" جولیا نے جواب دیا۔

چیک سے اس کا اشارہ مائنڈ ریڈنگ مشین کی طرف تھا جو یقیناً میز
میں فٹ تھی اور جس کی سکرین میز کی سطح کو بنایا گیا تھا۔

"عمران سیکرٹ سروس میں کیا پوزیشن رکھتا ہے؟"

باس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ سوال کیا۔

"عمران ہماری سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں۔ باس اس سے کبھی کبھار رضاکارانہ
طور پر کام لیتا ہے اور بس۔" جولیا نے جواب دیا۔

"تمہاری سب باتیں نئی اطلاعات پر مبنی ہیں۔ ہمیں تو معلوم ہوا تھا کہ
عمران سیکرٹ سروس میں اہم پوزیشن رکھتا ہے۔" باس نے اُلجھے ہوئے لہجے
میں جواب دیا۔

"بہرحال جو کچھ میں جانتی تھی آپ کو بتلا دیا ہے اب آپ اس پر یقین کریں
یا نہ کریں آپ کی مرضی ہے۔" جولیا نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"اگر ہم تمہیں رہا کر دیں تو کیا تم سیکرٹ سروس کی آئندہ سرگرمیوں کے
متعلق ہمیں اطلاعات مہیا کرتی رہو گی؟" باس نے پوچھا۔

"آخر وجہ ــــ؟ میں کیوں آپ کو اطلاعات مہیا کر دوں۔ میرا آپ سے کیا
تعلق ہے آپ مجرم ہیں اور یقیناً اس ملک میں مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف

ہوں گے میں آپ کو اطلاعات مہیا کر کے آپ کی مجرمانہ زندگی کا ساتھ کیوں دوں۔
جولیا نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔
"دیکھو لڑکی، مجھے سختی پر مجبور مت کرو۔ میں اگر چاہوں تو ایک لمحے میں تمہاری شہ رگ کاٹ سکتا ہوں" باس نے سخت لہجے میں جولیا سے کہا۔
جو کچھ میں جانتی ہوں وہ میں نے سچ سچ بتلا دیا ہے۔ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو یا کیا نہیں۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں" جولیا نے لہجے میں سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔
"میں ایک بار پھر کہتا ہوں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو یا تو ہمارا ساتھ دو دگرنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ" باس نے زہر خند لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی بات پر عمل بھی کر گزرے گا۔
"حکومت کی سیکرٹ سروس کی ممبر ہوں اور تمہاری مدد کر کے میں سیکرٹ سروس سے غداری نہیں کر سکتی۔" جولیا نے تند لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ دروازے کی طرف چھلانگ لگاتی نمبر ٹو جو ایک طرف خاموش کھڑا تھا کسی عقاب کی مانند اڑتا ہوا جولیا پر جا پڑا اور جولیا نمبر ٹو کے شکنجے میں بُری طرح پھنس گئی۔
"اسے تہہ خانے میں لے جا کر گولی مار دو۔" باس نے سرد لہجے میں نمبر ٹو سے مخاطب ہو کر کہا اور دوسرے لمحے نمبر ٹو کا ہاتھ اٹھا۔ جولیا کی کنپٹی پر ایک پٹاخہ سا چھوٹا اور جولیا بیہوش ہو کر نمبر ٹو کے ہاتھوں میں جھول گئی۔
نمبر ٹو نے جولیا کو کاندھے پر لادا اور پھر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچا جس کے کونے میں سیڑھیاں نیچے جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔ نمبر ٹو سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیوں

کا اختتام ایک کمرے میں ہوا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر نمبر ٹو نے زور سے دروازے پر ہاتھ مارا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے راہداری تھی۔ نمبر ٹو راہداری میں دائیں طرف مڑا اور تھوڑی دُور چلنے کے بعد ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ اس نے اس کمرے کے دروازے پر بھی زور سے ہاتھ مارا تو وہ دروازہ بھی کھلتا چلا گیا۔ نمبر ٹو کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے جولیا کو فرش پر پھینک دیا لیکن دوسرے ہی لمحے نمبر ٹو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جولیا کا جسم جونہی فرش سے ٹکرایا وہ یوں اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے فرش سے سپرنگ نکل آئے ہوں۔ جولیا بے ہوش نہیں ہوتی تھی بلکہ بے ہوشی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر ٹو سنبھلتا۔ جولیا نے اُس پر چھلانگ لگا دی۔ نمبر ٹو نے پھرتی سے اپنے آپ کو بچایا اور دوسرے ہی لمحے نمبر ٹو کی لات پوری قوت سے جولیا کی پسلیوں سے ٹکرائی اور جولیا چیختی ہوئی کمرے کے کونے میں جا پڑی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کھڑی ہوتی نمبر ٹو نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ ریوالور پر سائلنسر چڑھا ہوا تھا اور پھر وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا جولیا کے پاس آ کھڑا ہوا۔ جولیا کی آنکھیں ریوالور پر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر ٹو ٹریگر دباتا جولیا کی لات حرکت میں آ گئی۔ اور ریوالور نمبر ٹو کے ہاتھ سے اڑتا ہوا کمرے کے عین درمیان میں جا پڑا۔
ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی نمبر ٹو ریوالور کی جانب لپکا لیکن اب جولیا اسے اتنی مہلت کہاں دیتی اور دوسرے ہی لمحے وہ اڑتی ہوئی نمبر ٹو پر جا پڑی اور نمبر ٹو لڑکھڑا کر زمین پر جا پڑا۔ جولیا بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گری اور گرتے ہی وہ ایک بار پھر اچھلی اور سیدھی ریوالور پر جا پڑی۔ دوسرے ہی لمحے ریوالور جولیا کے ہاتھ میں تھا۔

نمبر ٹو جونہی اٹھا جولیا نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی ٹھیک اس کی آنکھوں کے درمیان پڑی اور نمبر ٹو چیخ بھی نہ سکا اور لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ جولیا تیزی سے اس کی جانب بڑھی اور پھرتی سے اس کے کپڑے اتارنے لگی۔ اور پھر اس نے اپنے لباس کے اوپر نمبر ٹو کا لباس پہننا شروع کر دیا۔ لباس گو اس کے جسم پر ڈھیلا تھا لیکن نیچے اس کا اپنا لباس ہونے کی وجہ سے کسی حد تک فٹ آگیا۔ نمبر ٹو کا نقاب بھی اس نے پہن لیا۔ اب وہ نمبر ٹو کا روپ دھار چکی تھی۔ لباس پہن کر وہ کمرے سے باہر نکلی اور راہداری میں آگئی۔

یہ ایک طویل راہداری تھی۔ وہ راہداری میں دائیں طرف مڑ گئی۔ ریوالور اس نے پتلون کی جیب میں ڈال لیا تھا۔ راہداری کا ایک موڑ مڑتے ہی وہ اس کمرے میں آگئی جس میں سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہاں اُسے ایک محافظ ملا۔ مگر جولیا کو دیکھتے ہی اس نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکا دیا۔ جولیا حتی الوسع مردانہ چال چلتی ہوئی سیڑھیاں طے کرنے لگی۔ اس کے قدموں میں پھرتی تھی۔ اسے علم تھا کہ کسی بھی محافظ نے اگر غور سے اُسے دیکھ لیا تو وہ چیک کر لی جائے گی۔ اور چیک ہونے سے پہلے وہ عمارت سے نکل جانا چاہتی تھی۔

باس کا یہ فقرہ اس کے ذہن میں گونج رہا تھا کہ اسے تہہ خانہ میں لے جا کر گولی مار دو۔ چنانچہ اس فقرے کی بنا پر وہ سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ وہ سیڑھیاں بھی ایک کمرے میں جا کر ختم ہوئیں۔ اب وہ ایک اور راہداری میں تھی۔ راہداری میں دائیں بائیں کمرے بنے ہوئے تھے وہ سیدھی چلتی چلی گئی۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔ دروازہ کھول کر جب وہ باہر نکلی تو وہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں تھی۔ یہ ایک عظیم الشان عمارت تھی۔ کمپاؤنڈ میں خاصے سٹین گن بردار محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ سامنے عمارت کا مین گیٹ نظر آ رہا تھا۔

یہ شکر تھا کہ اس وقت اندھیرا چھا چکا تھا۔

جولیا کو برآمدے میں دیکھتے ہی ایک محافظ تیزی سے اس کی طرف لپکا اور جولیا کا دل بے اختیار دھڑکنے لگا۔ اسے خدشہ ہوا کہ وہ چیک نہ کر لی گئی ہو۔ مگر محافظ اس کے قریب آکر مؤدبانہ انداز میں جھک گیا تو اس کے دل کو تسلی ہوئی۔ اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں اپنی آواز کو خاص طور پر بھاری بھرکم بناتے ہوئے محافظ سے کہا۔

"گاڑی لے آؤ فوراً اور پھاٹک کھلواؤ۔"

"بہتر سر" محافظ نے ایک لمحے سوچ کر جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جولیا وہیں کھڑی رہی۔ اس پر ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد کمپاؤنڈ کے بائیں طرف بنے ہوئے گیراجوں میں سے ایک کا دروازہ کھلا اور پھر سیاہ رنگ کی گاڑی نکل کر پورچ کی طرف بڑھی۔ جولیا پورچ کے قریب ہی کھڑی تھی۔ گاڑی رکی اور وہ محافظ ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے اترا۔ جولیا لپک کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ کلچ دبا کر گیئر لگانے ہی والی تھی کہ اچانک اس نے عمارت سے تیز سیٹیوں کی آواز گونجتی ہوئی سنی۔ جولیا سمجھ گئی کہ نمبر ٹو کی لاش تلاش کی جا چکی ہے۔ سیٹیوں کی آواز سن کر کار کے قریب موجود محافظ بھی بری طرح چونک پڑا۔ دوسرے لمحے جولیا نے گیئر بدلا اور پھر کلچ چھوڑ کر ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔ گاڑی تیزی سے آگے دوڑی اور پھر موڑ مڑتے ہی کوٹھی میں گونجتے ہوئے یہ الفاظ اس کے کانوں تک پہنچ گئے۔

"ایک عورت نمبر ٹو کا لباس پہن کر فرار ہو رہی ہے۔ اسے فوراً گولی مار دو"۔ باس کی بھاری بھرکم اور غصیلی آواز سے کوٹھی گونجنے لگی۔

اور دوسرے لمحے جولیا کی کار پر پیچھے سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ یہ شاید وہی

محافظ تھا جو اس کے لیے کار لے کر آیا تھا۔ مگر گولیاں صرف باڈی میں سوراخ کرنے کے اور کچھ نہ کر سکیں۔ کار تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتی چلی گئی اور پھر جولیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ارد گرد سے دو تین محافظ دوڑتے ہوئے پھاٹک کے سامنے آ کر رک گئے اور انھوں نے اپنی سٹین گنیں سیدھی کر لیں مگر جولیا نے ایکسیلیٹر پر پوری قوت سے دباؤ دیا اور خود اپنا سر نیچے کر لیا۔ کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پھاٹک کی طرف بڑھی اور محافظ اسے گولی مارنے کی بجائے جانیں بچانے میں مصروف ہو گئے۔ دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پھاٹک ٹوٹ کر نیچے جا پڑا۔ جولیا کی کار ایک زبردست جھٹکا کھا کر کوٹھی سے باہر نکل آئی تھی اس پر پیچھے سے بدستور فائرنگ ہو رہی تھی کار کا پچھلا شیشہ ریزے ریزے ہو چکا تھا۔ مگر انجن یا کار کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا تھا جس سے کار رک جاتی۔ سڑک پر آتے ہی اس نے ٹاپ گیئر لگایا اور پھر کار فل سپیڈ پر چھوڑ دی۔ کار نئی اور خاصی طاقتور تھی۔ عمارت سے نکل کر مڑتے ہی اس نے ایک نظر اس پر ضرور ڈالی تھی اور پھر ارد گرد کی کوٹھیاں دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اس وقت سول لائنز میں ہے۔ کافی دور آنے کے بعد اس نے منہ پر چڑھا ہوا نقاب اتار پھینکا۔ اسے تعاقب کا خدشہ تھا اور وہ خدشہ جلد ہی پورا ہو گیا اسے دور سے اپنے پیچھے ایک گاڑی کی ہیڈ لائیٹس نظر آنے لگیں جو کافی تیزی سے اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ اچانک جولیا نے ایک بائی روڈ پر کار موڑ دی اور پھر دوسرے لمحے اس نے کار کو تیزی سے بریک لگایا اور دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی اور پھر وہ دوڑتی ہوئی ملحقہ کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھی۔ اسے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی نظر آ گئی تھی۔ دوسرے لمحے وہ کھڑکی پھاند کر اندر گھس گئی اور اس نے کھڑکی اندر سے بند کر لی۔ کھڑکی سے لگی ہوئی وہ تیز تیز سانس

لے رہی تھی۔ کوٹھی پر اندھیرا چھایا ہوا تھا چوکیدار شاید کوٹھی کے عقب میں راؤنڈ لگانے گیا ہوا تھا اس نے کھڑکی کی آہستہ سے کنڈی چڑھائی اور پھر تیزی سے نمبر ٹو کی وردی اتار کر نزدیکی جھاڑی میں چھپا دی۔ اب وہ دوبارہ جولیا کے روپ میں تھی۔

سڑک پر اسے خاصی ہلچل محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کار رکنے کی آواز بھی سُنی تھی۔ اب وہ تیزی سے نزدیکی جھاڑیوں میں رینگ گئی اور پھر اُسے نزدیک ہی چھوٹا سا کوارٹر نظر آ گیا۔ یہ شاید چوکیدار کا کوارٹر تھا۔ وہ رینگتی ہوئی کوارٹر کی طرف بڑھی جیسے ہی وہ کوارٹر کے قریب پہنچی کوارٹر کا دروازہ کھلا اور پھر اس نے ایک پٹھان چوکیدار کو رائفل ہاتھ میں لیے اندر سے نکلتے دیکھا۔ وہ جھاڑی میں ہی دبک گئی اور جب چوکیدار اس کے قریب سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تو وہ اٹھی اور پھر آہستہ سے اس کے کوارٹر میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک کمرے پر مشتمل کوارٹر تھا اور کمرے میں لائٹ جل رہی تھی۔ برآمدے کے قریب سے ہی سیڑھیاں اوپر چھت پر جا رہی تھیں۔ جولیا دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ اوپر سپاٹ چھت تھی۔ وہ آگے بڑھی اور پھر سڑک کے قریب وہ چھت پر چیت لیٹ گئی۔ کنگرے کی آڑ سے وہ باآسانی سڑک کا نظارہ کر رہی تھی۔ وہ نمبر ٹو کی کار کو باآسانی دیکھ سکتی تھی۔

کار کے قریب ایک اور کار رکی ہوئی تھی اور اس نے تین افراد کو ہاتھوں میں مشین گنیں لیے اِدھر اُدھر آتے جاتے دیکھا۔ شاید وہ اندازہ لگا رہے تھے کہ وہ کہاں غائب ہو گئی ہے۔

جولیا بڑے اطمینان سے چھت پر لیٹی رہی۔ چند لمحوں بعد اس نے چوکیدار کو ان سے بات چیت کرتے دیکھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے مل کر آپس

میں کوئی بات کی اور پھر وہ سب دونوں کاروں میں سوار ہو گئے اور کاریں واپس موڑ کر وہ آگے بڑھ گئے۔

جولیا کافی دور تک ان دونوں کاروں کو جاتے دیکھتی رہی اور پھر بڑے آرام سے اس نے چھت کا کنگرہ پکڑ کر اپنا جسم نیچے لٹکایا اور چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اب وہ سڑک پر تھی۔

نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور پھر قریب ہی ایک درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔

چند لمحوں تک سانس برابر کرنے کے بعد وہ درخت کی اوٹ سے نکلی اور پھر سامنے کی دو کوٹھیوں کے درمیانی راستے پر چل دی۔ وہ سڑک کے راستے اس لیے نہ گئی کہ کہیں تعاقب کرنے والے آگے جا کر نہ رک گئے ہوں اور ان کا پروگرام یہ نہ ہو کہ ان کو جاتا دیکھ کر وہ اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور وہ اسے ٹریپ کر لیں۔

مختلف کوٹھیوں کے پیچھے سے نکلتی ہوئی وہ ایک ٹریفک سے بھرپور سڑک پر جا نکلی۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"کنگ ہوٹل چلو"، اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

اور ٹیکسی چل دی۔

جولیا اس لیے اپنے فلیٹ پہ نہ گئی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ مجرم اب اس کے فلیٹ کی نگرانی کریں گے۔ کنگ ہوٹل میں ایکسٹو کی طرف سے ایک کمرہ ہمیشہ کے لیے بک رہتا تھا۔ جس کی چابی ایک مخصوص کوڈ بتلا کر حاصل کی جا سکتی تھی۔ یہ کمرہ اس لیے تھا کہ فوری پناہ کے لیے کام دے سکے۔ جولیا کو خوشی تھی کہ وہ اپنے ہی زور پر مجرموں کے ہیڈ کوارٹر سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اور واقعی یہ ایک قابلِ فخر کارنامہ تھا۔

یہ دن دارالحکومت کی تاریخ میں بدترین دن ثابت ہوا۔ ب پراسرار طریقے سے دارالحکومت میں موجود افراد پر مایوسی اور ل شکستگی کا دورہ پڑا تھا۔ ہر شخص ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا وس بریک ڈاؤن ہو گیا ہو۔

بے شمار کاروں، بسوں، رکشہ اور دیگر مشینی سواریوں کے یڈنٹ ہوئے۔ لوگ نہ جانے کیوں بری طرح خوف زدہ ہو گئے ہر شخص نامعلوم خوف میں مبتلا تھا۔ بے ضرر سے بے ضرر اور ر سے حقیر چیز سے بھی لوگ بری طرح خوف زدہ تھے۔ اور اس ن اور دل شکستگی میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔

پھر دوپہر کے بعد تو بے شمار لوگوں کے شدتِ خوف ے ہارٹ فیل ہو گئے۔ ہر شخص انتہائی طور پر خوفزدہ تھا۔ مگر ہر شخص نوف مختلف نوعیت کا تھا۔ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق لوگ اڑتی

چڑیوں اور پرندوں سے لے کر چیونٹی تک سے خوفزدہ تھے، بیشمار
لوگ گھروں سے باہر نکل آئے کیونکہ چھت یا دیوار گرنے کا خوف ان
پر طاری تھا۔

ہجوم اور افراتفری کی وجہ سے تمام دارالحکومت کا نظام
یکلخت درہم برہم ہوگیا۔ سارا دن یہی حالت رہی لیکن جیسے ہی سورج
غروب ہوا، آہستہ آہستہ خوف کے یہ جذبات ختم ہوگئے۔ اور پھر رات
گئے لوگ نارمل پوزیشن میں آ گئے۔ مگر اس دن لاکھوں آدمی افراتفری
اور خوفِ ایکسڈنٹ کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے۔ پورا شہر ایک
ماتم خانے میں تبدیل ہو چکا تھا۔

ریڈیو سے لوگوں کو حوصلہ نہ ہارنے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ ایسا محسوس
ہو رہا تھا آج کے دن سورج نے روشنی کے ساتھ ساتھ خوف اور
بزدلی کی بھی بارش کر دی ہو۔

پھر دوسرے شہروں سے امداد طلب کی گئی اور پولیس اور ا
کارڈوں نے ہلاک شدہ اور زخمی افراد کو راستوں اور سڑکوں سے
اٹھا کر مردہ خانوں اور ہسپتالوں میں پہنچانا شروع کر دیا۔

لوگ اب اس بات پر بھی خوف زدہ تھے کہ کہیں کل کا دن بھی یہ
حال لے کر نہ طلوع ہو۔ شہر میں چہ میگوئیوں اور افواہوں کا طوفان
آیا ہوا تھا۔

ہر شخص ایک نئے رنگ سے اس مسئلے پر غور و فکر کر رہا تھا
جاہل لوگ اسے عذابِ خداوندی سے تعبیر کر رہے تھے۔ جبکہ تعلیم یافتہ
افراد اس کے سائنسی اور عقلی وجوہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن م

کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ ایسے حالات آج تک،
انہوں نے دیکھے تو کجا سننے تک نہیں تھے
طب اور میڈیکل کی کتابوں میں ایسی کسی وبا کا ذکر تک نہیں تھا۔
لاؤڈ سپیکروں سے مسلسل لوگوں کو پرسکون اور بے خوف رہنے کی
تلقین کی جا رہی تھی۔ چنانچہ کافی رات گئے شہر کی فضا قدرے پرسکون
ہو سکی۔

پولیس اور دیگر حکام مسلسل شہر میں گشت کر رہے تھے۔ یہ
ایک خطرناک ترین بحران تھا۔ جس نے پورے دارالحکومت کی جڑوں
تک کو ہلا دیا تھا۔ ایک ایسا مسئلہ جو لاینحل نظر آ رہا تھا۔

ٹائیگر اپنے دوست اعظم کے پاس بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا
اس کا یہ دوست فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا۔ اس سے پہلے
بھی ٹائیگر کی اس سے کئی بار فوجی زندگی کے بارے میں گفتگو ہو چکی
تھی۔ اور اس نے کرنل اعظم کو ہمیشہ پر جوش اور بہادر پایا تھا۔ اس نے
اکثر محسوس کیا تھا کہ کرنل اعظم دشمن کا سر کچلنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔
مگر آج تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ کرنل اعظم اس کے سامنے ایک
خوف زدہ اور بزدل آدمی کے روپ میں تھا۔
پہلے پہل تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا لیکن جب اس نے
کرنل اعظم کو سنجیدہ پایا تو وہ خود بھی اس بات پر انتہائی سنجیدگی سے
سوچنے لگا۔
کرنل اعظم اب جنگ سے خوفزدہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں کرنل
اعظم موت سے خوفزدہ تھا اور یہ ٹائیگر کے لئے عجیب بات تھی۔

"مگر اس سے پہلے تو تم نے کبھی ایسی بزدلی کی باتیں نہیں کیں"
ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔
"اس میں بزدلی کی کیا بات ہے۔ جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے
ہم کوئی قربانی کے بکرے تھوڑے ہیں کہ اپنے سے پانچ گنا طاقت ور
دشمن کے سامنے آجائیں۔ اور وہ ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دے
کرنل اعظم نے جواب دیا۔
"لیکن اس سے پہلے ایک جنگ تم اس دشمن کے خلاف لڑ چکے
ہو اور تم اور تمہارے ساتھیوں نے اپنے سے پانچ گنا دشمن کے
چھکے چھڑا دیئے تھے۔"
ٹائیگر نے دلیل دی۔
"نجانے وہ کیسے دن تھے۔ شاید ہم پاگل تھے۔ ہمیں غلط گائیڈ
کیا گیا تھا۔ ایک غلط جذبہ ہم میں پیدا کر کے ہمیں دشمن سے لڑایا گیا
بہر حال اب میرا تو جی چاہتا ہے کہ فوج کی نوکری چھوڑ کر . . . ."
"پنساری کی دکان کھول لوں"۔ ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں اس
کا فقرہ کاٹ کر کہا۔
اور کرنل اعظم محجوب سا ہو گیا۔
"تمہارے اندر یہ جذبہ کب پیدا ہوا ہے کہ تم دشمن کے سامنے
حقیر ہو"۔ ٹائیگر نے پوچھا۔
"چند دن پہلے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم نے کبھی اس پہلو پر
سوچا ہی نہ تھا۔ مگر اب پوری چھاؤنی اسی پہلو پر سوچ رہی ہے۔"
کرنل اعظم نے جواب دیا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری یہ سوچ غلط ہے تو تمہارا کیا جواب ہوگا" ٹائیگر نے سوال کیا۔

"میں یہ کہوں گا کہ تم غلط سوچ رہے ہو"

کرنل اعظم نے بغیر جھجک کے جواب دیا۔

"چھاؤنی میں ہونے والا کوئی خاص واقعہ جو اس مسئلے پر روشنی ڈال سکے۔" ٹائیگر نے سوال کیا۔

کرنل اعظم چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے واٹر کلیننگ پلانٹ کا واقعہ اسے بتلایا۔

ٹائیگر یہ واقعہ سن کر اچھل پڑا۔

"کرنل اعظم! میں تمہیں ایک مشورہ دوں۔ آج سے تم پانی ابال کر پینا۔ میرا اندازہ ہے کہ پانی میں کچھ ملایا گیا ہے۔ جس کے یہ نتائج تم پر مرتب ہو چکے ہیں۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"نہیں ——— پانی بالکل ٹھیک ہے۔ اسی خدشے کے تحت پانی کا تجزیہ کیا گیا مگر اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں پائی گئی۔" کرنل اعظم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— تم ایسا کرو کہ پانی کی ایک بوتل مجھے لا دو۔ میں اپنے طور پر اس کا کیمیائی تجزیہ کراؤں گا۔" ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"چھوڑو دوست کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ مجھے کوئی بیماری تو نہیں لگ گئی کہ پانی میں اس کے جراثیم ہوں گے۔" کرنل اعظم نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"نہیں ——— تم مجھے پانی کی ایک بوتل لا دو۔" ٹائیگر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اگر تم بضد ہو تو میں لا دیتا ہوں۔" کرنل اعظم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر چند لمحے بعد کرنل اعظم اندر سے پانی کی ایک بوتل لے آئے۔

"یہ لو اور ذرا اپنے تجربے کے نتائج سے مجھے بھی آگاہ کرنا۔" کرنل اعظم نے ہنستے ہوئے کہا جیسے وہ ٹائیگر کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"اچھا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں پھر حاضر ہوں گا۔" ٹائیگر نے پانی کی بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"او کے ——— خدا حافظ۔" کرنل اعظم نے کہا۔

اور پھر ٹائیگر بوتل ہاتھ میں پکڑے ان کے کاٹیج سے باہر آگیا۔ اس نے پانی کی بوتل اپنے موٹر سائیکل کے پیچھے لٹکے ہوئے تھیلے میں ڈالی اور پھر موٹر سائیکل لے کر سیدھا شہر کی طرف چل دیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اسے اچانک ڈاکٹر کے چپڑاسی کا خیال آ گیا۔ چنانچہ اس نے موٹر سائیکل کا رخ سرکلر روڈ کی طرف موڑ دیا۔ جلد ہی وہ ڈاکٹر خالد رشید کے مطب کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے موٹر سائیکل سٹینڈ کی اور پھر دکان کے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی چپڑاسی سٹول پر بیٹھا تھا۔ ٹائیگر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ڈاکٹر صاحب ہیں۔" ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں ——— وہ آج صبح سے مطب ہی نہیں آئے۔" چپڑاسی

نے کہا۔

"ہونہہ ——— تم نے مطلب کی کوئی بات سنی"، ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے چپڑاسی سے پوچھا۔ اور پہلے تو چپڑاسی نے خوشامد سے دانت نکال دیئے اور پھر ٹائیگر کے چہرے پر سختی کے آثار دیکھ کر سنجیدہ ہو گیا۔

"جناب ——— کل ڈاکٹر صاحب کسی کو فون کر رہے تھے۔ اس میں سے ایک بات میرے خیال میں آپ کے مطلب کی ہو سکتی ہے"، چپڑاسی اب کافی ہوشیار ہو چکا تھا۔

"بتلاؤ ——— مگر ذرا جلدی ——— میرے پاس وقت بہت کم ہے"، ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ کل دارالحکومت پر تجربہ کرنا ہے شدید ترین خوف کا تجربہ ——— اور اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب مرکزی واٹر سپلائی ٹینک کے متعلق بھی بات کر رہے تھے۔ چپڑاسی نے اسے بتلایا

ٹائیگر اس کی اطلاع پر چونک پڑا۔ چند لمحوں تک وہ سوچتا رہا پھر اس نے بتلایا۔

"وہ کسی کو کہہ رہے تھے یا کسی کے جواب میں گفتگو کر رہے تھے۔

"نہیں جناب ——— کسی کے جواب میں بات کر رہے تھے۔ کوئی باس ہے۔ اس سے گفتگو کر رہے تھے۔" چپڑاسی نے جواب دیا۔

"اور کچھ" ——— ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی نہیں ——— اور تو ایسی کوئی بات نہیں۔ بس یہی ایک بات تھی جس کا تعلق اس دوکان سے نہیں تھا۔

"ڈاکٹر صاحب کی رہائش کہاں ہے"، ٹائیگر نے سوال کیا۔

"مجھے علم نہیں اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب نے کبھی بتلایا ہے" چپڑاسی نے جواب دیا۔

"ہونہہ" ——— ٹائیگر چند لمحے سوچتا رہا اور اس نے پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر چند نوٹ نکالے اور چپڑاسی کے ہاتھ میں تھما کر دوکان سے باہر نکل آیا۔

وہ جلد از جلد رپورٹ عمران کو پہنچانا چاہتا تھا۔

اعلیٰ حکام کی ہنگامی میٹنگ ایوانِ صدر میں جاری تھی۔ عمران بھی بطور ایکسٹو میٹنگ میں شامل تھا۔ صدرِ مملکت خود اس میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ میٹنگ میں آج کے بحران پر گرما گرم بحث جاری تھی۔ اس میٹنگ میں ملک کے سرکردہ سائنسدان بھی شامل تھے۔ اور ملک کا سب سے بڑا سائیکولوجسٹ ڈاکٹر انور بھی میٹنگ میں شامل تھا۔ لیکن کوئی شخص کسی نتیجے تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ اصل مسئلہ ہی ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ وزیرِ دفاع نے چھاؤنی میں واٹر کلینک پلانٹ میں ہونے والے واقعے سے بھی باقی ممبران کو آگاہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ تبلایا کہ اس واقعے کے ہوتے ہی پانی کی سپلائی روک دی گئی اور پھر پانی کا ملٹری لیبارٹری میں اچھی طرح تجزیہ کیا گیا۔ مگر کسی بھی چیز کا سراغ نہ لگایا جا سکا۔ پانی بالکل صاف تھا۔ اس میں کسی قسم کے جراثیم وغیرہ نہیں پائے گئے تھے چنانچہ باقاعدہ طور پر رپورٹ ملنے پر پانی کی سپلائی دوبارہ جاری کر دی گئی تھی۔

لیکن پانی کے سپلائی ہونے کے ایک گھنٹے بعد چھاؤنی میں بھی حالت خراب

ہو گئی۔ فوجیوں نے اسلحہ ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ اسلحہ کو دیکھتے ہی خوف سے ان کے پسینے چھوٹنے لگ جاتے تھے صرف ایک دن میں کمانڈر کے پاس ہزاروں آفیسرز اور سپاہیوں کے استعفے پہنچ گئے۔ وہ سب لوگ فوج کی نوکری چھوڑنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ شہر میں زبردست بحران کے باوجود فوج کو طلب نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ فوجیوں کی اپنی حالت بھی شہریوں سے کم نہیں تھی۔

"آخر ہم کیا کریں اس تمام واقع کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہو گی۔ اگر ہم نے فوری طور پر اس کا تدارک نہ کیا تو پورا ملک تباہ ہو جائے گا۔" صدرِ مملکت نے جھنجلا کر جواب دیا۔ تمام ممبران خاموش ہو گئے۔ آخر صدرِ مملکت نے ایکسٹو کی طرف دیکھا" مسٹر ایکس ٹو آپ کی کیا رائے ہے" صدرِ مملکت اب براہِ راست ایکس ٹو سے مخاطب ہوئے جواب تک خاموش بیٹھا تمام ممبران کی باتیں سن رہا تھا۔

"میں ڈاکٹر انور کی رائے سننا چاہتا ہوں" ایکس ٹو نے ڈاکٹر انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "صدرِ مملکت خوف ایک فطری جذبہ ہے جو تھوڑا بہت ہر انسان میں پایا جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی بیماری نہیں جسے کسی بھی ذریعے سے پیدا کیا جا سکے۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ آج کے بحران اور فوجی چھاؤنی کے متعلق رپورٹ سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ پر اسرار طریقے پر ہمارے شہریوں اور فوجیوں میں خوف کا جذبہ اپنی شدت پر پہنچ گیا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہے۔ یہ نہ ہی سائیکلوجی تبلا سکتی ہے اور نہ ہی میڈیکل سائنس۔ صرف میرا ایک اندازہ ہے۔ اور وہ یہ کہ دارالحکومت کی آب و ہوا میں اچانک کوئی ایسی تبدیلی آگئی ہے یا پیدا کر دی گئی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ حالات سامنے آئے ہیں۔ مگر اس تبدیلی کا کھوج لگانا چند گھنٹوں یا چند دنوں میں ممکن نہیں۔ اس کے لیے باقاعدہ طور پر تحقیقات کی جائے۔ ڈاکٹر انور نے تفصیل سے اپنی رائے تبلائی اور پھر بیٹھ گئے۔

"ہو سکتا ہے ڈاکٹر انور کہ آب و ہوا میں دانستہ طور پر یہ تبدیلی پیدا کر دی گئی ہو۔"

ایکس ٹو نے سوال کیا۔

"نہیں جناب میرے خیال میں یہ ناممکن ہے،" ڈاکٹر انور نے جواب دیا۔

"کیوں جب آپ اپنے آپ کو کسی دوسری شخصیت کے روپ میں تبدیل کر سکتے ہیں تو آب و ہوا میں تبدیلی کیوں نہیں ہو سکتی۔" ایکسٹو نے پراسرار لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے ریوالور نکال کر ڈاکٹر انور پر تان لیا۔

تمام ممبر حیرت زدہ ہو گئے۔ ڈاکٹر انور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"خبردار ڈاکٹر انور اگر آپ نے معمولی سی بھی حرکت کی تو میرا ریوالور خاموش نہیں رہے گا۔" ایکس ٹو نے چیتے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس کے اشارے پر سیکورٹی گارڈ نے ڈاکٹر انور کو گھیر لیا۔

"کیا بات ہے مسٹر ایکسٹو یہ آپ کیا کر رہے ہیں ڈاکٹر انور ہمارے ملک کے مایہ ناز اور قابل فخر سائیکو جسٹ ہیں۔" صدر مملکت نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر یہ ڈاکٹر انور نہیں ہیں بلکہ ڈاکٹر انور کے روپ میں مجرموں کا آدمی ہے۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

اور اس کے اس انکشاف پر تمام ممبر حیرت سے اچھل پڑے۔

"اس کا میک اپ صاف کیا جائے۔"

ایکسٹو نے سیکورٹی گارڈ کے ایک آفیسر سے کہا۔

اسی لمحے ڈاکٹر انور کے چہرے پر تشنج کے آثار نمایاں ہوئے اور پھر اس کی حالت بدلنے لگی۔

"تم لوگ قیامت تک نہیں سمجھ سکتے کہ تمہارے ساتھ کیا حشر ہونے والا ہے۔"

اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"ڈاکٹر انور کہاں ہیں۔"

ایکسٹو نے اس کے قریب آ کر سخت لہجے میں پوچھا۔

"اسے میں نے مار دیا ہے اور اس کی لاش گٹر میں بہا دی تھی" اس نے جواب دیا۔

اور پھر اس کا سر ڈھلک گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور اس کے جسم کا رنگ نیلا ہو چکا تھا۔

"زہریلا کیپسول"

ایکسٹو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے مرا"

صدر مملکت نے ایکسٹو کو بڑبڑاتے ہوئے دیکھا اور پوچھا۔

"اس نے مصنوعی دانت کے خول میں زہریلا کیپسول چھپا رکھا تھا۔ وہ نگل لیا۔"

ایکسٹو نے جواب دیا۔

اور پھر اس کے اشارے پر اس کی لاش سیکورٹی گارڈ اٹھا کر کمرے سے باہر لے گئے۔ ہر شخص کی حیرت اور تعجب سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ بحران باقاعدہ سازش کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔"

سر رحمان نے سب سے پہلے خاموشی کا طلسم توڑا۔

"جی ہاں سر رحمان اب آپ صحیح نتیجہ پر پہنچے۔ یہ دراصل ہمارے ملک کے خلاف ایک بھیانک سازش ہے۔ دشمن اس دفعہ ایک نئے روپ میں سامنے آئے ہیں۔ اس نے نت نئے ہنگامے کرائے ہیں اور یہ بھی اقتصادی بحران پیدا کیا ہے۔ اس دفعہ دشمن

نفسیاتی جنگ لڑ رہا ہے۔ اور آپ دیکھیں کہ وہ اب تک بے حد کامیاب رہا ہے۔
ہمارے بہادر فوجی اور ہمارے دلیر عوام خوفزدہ اور بزدل بن چکے ہیں۔ میرے
خیال میں یہ سب کچھ ابھی تجرباتی پیمانے پر کیا جا رہا ہے۔ اب مجرموں کا نیا قدم پورے
ملک اور پوری افواج پر حملہ ہوگا نفسیاتی حملہ، اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے سائنسدان
اور ڈاکٹر ابھی تک اس کی وجہ ہی نہیں سمجھ سکے کہ یہ نفسیاتی بحران کیسے پیدا ہوا۔ اب
میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ دشمن کے کسی ذہین سائنس دان نے ایک ایسی دوا ایجاد کر لی
ہے جو انسانوں کے فطری جذبات میں شدت پیدا کر دیتی ہے۔ اس دوا سے جو
یقیناً "نفسیاتی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دینے والی ایجاد تھی دشمنوں نے تخریبی کام لینا
شروع کر دیا۔ اور حسب توقع اس کا پہلا نشانہ ہمارا ملک بنا۔ میرے چند ممبران کو
سب سے پہلے پراسرار طور پر اغوا کر کے انہیں اس دوا کے انجکشن دیئے گئے۔
مقصد صرف یہ تھا کہ سیکرٹ سروس آڑے نہ آتے۔ نتیجہ میں سیکرٹ سروس کے چند ممبران
اس پراسرار بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ میری سیکرٹ سروس کا ایک دلیر رکن اتنا بزدل ہو
گیا کہ چھپکلی سے بھی خوف کھانے لگا۔ پھر اس کا دوسرا تجربہ فوجی چھاؤنی پہ کیا گیا
اور اب اس کا تجربہ پورے دارالحکومت پہ کیا گیا ہے۔ اگر مجرم فوری طور پر پکڑے
نہ گئے تو ان کا آئندہ اقدام کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ بہتر طور پہ لگا سکتے ہیں۔"

ایکسٹو نے پوری تقریر ہی کر ڈالی۔

"مجرم کہاں ہیں اور اس بیماری کا سدباب کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسائل
تو ہنوز تشنہ ہیں"

سر سلطان نے جواب دیا۔

"اتفاقی طور پہ مجھے اس وبا کا علاج معلوم ہو گیا ہے۔ نتیجے میں میرے ممبر ٹھیک
ہو گئے۔

ایکسٹو نے پراسرار انداز میں انکشاف کیا۔

اور اس کے اس انکشاف نے تمام کو یوں چونکا دیا جیسے ان کے سروں
پر ایٹم بم گر پڑا ہو۔

"علاج معلوم ہو گیا ہے۔ ویری گڈ" سب کی زبان سے بے اختیار
یہ الفاظ نکلے۔

"فوراً تبلایئے وہ کیا علاج ہے آپ اب تک خاموش بیٹھے تھے" صدر مملکت
کا لہجہ پرجوش تھا۔

"آپ حضرات نے میری پوری بات تو سنی ہی نہیں۔ وہ علاج میں نے اپنے
ممبران پہ آزمایا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ مگر آج کے بحران میں میں نے وہی علاج
جب دوسرے لوگوں پہ آزمایا تو ان پہ کوئی اثر نہیں ہوا۔"

ایکسٹو نے اپنی بات مکمل کی اور ناکامی کا سن کر مسرت سے کھلے ہوئے چہرے
لٹک گئے۔

"وہ علاج کیا تھا" وزیر دفاع نے سوال کیا۔

"لیمن اسکوئش" ایکسٹو نے جواب دیا۔

اور لیمن اسکوئش کا نام سن کر سر سلطان چونک پڑے۔ پھر ان کے چہرے
پر ایک مسکراہٹ سی دوڑ گئی۔

"لیمن سکوئش" سب حیرت سے چیخے۔

"جی ہاں۔ لیمن سکوئش" لیموں میں موجود ایسڈ در اصل اس بیماری کا علاج
تھا۔ اور میرے ممبران پر یہ تجربہ کامیاب رہا۔

"تو پھر دوسرے لوگوں پر یہ ناکام کیوں رہا"
سر رحمان نے حیرت سے بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"اس کی وجہ میری نظر میں یہ ہے کہ میرے ممبران پر جو دوا استعمال کی گئی ہے وہ عام شہریوں پر استعمال کی جانے والی دوا سے نوعیت میں مختلف تھی۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے ممبران پر جو دوا استعمال کی گئی تھی اس سے ان میں دو جذبات نے بیک وقت شدت اختیار کر لی۔ خوف اور بزدلی۔ جب کہ شہریوں میں صرف خوف کا جذبہ شدت اختیار کر گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا علاج مختلف ہو۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"اب پھر مسئلہ تو ہنوز لاینحل رہا۔" صدر مملکت نے مایوسی سے کہا۔

"ہاں ایک بات میں تبلانا چاہتا ہوں کہ فوجی چھاؤنی اور شہریوں پر جو دوا استعمال کی گئی ہے۔ وہ پانی میں ملا کر دی گئی ہے کیونکہ آج کے بحران سے پہلے میں نے ممبران کو تاکید کر دی تھی کہ وہ سرکاری نلوں کا پانی پینے سے گریز کریں چنانچہ وہ محفوظ رہے۔ اور اس کے علاوہ آپ لوگوں نے خود محسوس کر لیا ہو گا کہ جن کی کوٹھیوں میں ان کے اپنے ٹیوب ویل کام کر رہے ہیں وہ اس بیماری سے محفوظ رہے ہیں۔" ایکسٹو نے انکشاف کیا۔

"مگر فوجی چھاؤنی کے پانی کا لیبارٹری تجزیہ کیا گیا تو وہ بالکل صاف تھا۔" وزیر دفاع نے اعتراض کیا۔

مسٹر منسٹر بعض چیزیں ایسی ہیں جو کیمیائی تجزیے میں ظاہر نہیں ہوتیں ہو سکتا ہے یہ بیماری بھی ایسے کسی محلول سے پیدا کی گئی ہو۔"

ایکسٹو نے جواب دیا۔

"مگر جب یہ دوا پانی میں ملا دی گئی تھی تو پھر سورج نکلنے کے بعد یہ کیوں پھیلی اور سورج غروب ہوتے ہی اس میں کمی کیوں آ گئی۔" ایک سائنس دان نے اعتراض کیا۔

"میں سائنس دان نہیں ہوں۔ یہ مجرموں کی گرفتاری کے بعد علم ہو گا کہ ایسا کیوں ہوا۔ بہر حال اس کی بھی کوئی وجہ ضرور ہو گی۔

"تو پھر فوری طور پر یہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ سرکاری نلوں سے پانی نہ پئیں۔ اور فوری طور پر شہر اور چھاؤنی کے واٹر ٹینکوں میں موجود تمام پانی ضائع کر دیا جائے۔ تاکہ بعد میں تازہ پانی سپلائی کیا جا سکے۔ وزیر داخلہ نے تجویز پیش کی۔

"جی ہاں یہ ضروری ہے اور دوسرا تمام واٹر ٹینکوں اور پلانٹس پر کڑی نگرانی کی جائے۔ تاکہ بعد میں بھی کوئی دشمن ان میں وہ دوا نہ ملا سکے۔" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"مجرموں کا کیا ہو گا۔" صدر مملکت نے سوال کیا۔

"کیس چونکہ میرے ڈیپارٹمنٹ کو سونپا جا چکا ہے اس لئے ان کو گرفتار کرنا میری ذمہ داری ہے۔ اور یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ انشاء اللہ جلد ہی میں ان کو گرفتار کر لوں گا۔ سیکرٹ سروس اس سلسلے میں پوری طرح سرگرم کار ہے۔"

ایکسٹو نے انہیں دلاسا دیا۔

"ویری گڈ مسٹر ایکسٹو آپ اس ملک کے لیے کتنے اہم ہیں ہمیں ہر قدم پر اس کا احساس ہوتا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے ذہین لوگ ہماری قوم میں موجود ہیں۔ ورنہ دشمن اب تک ہمارا نجانے کیا حشر کر چکے ہوتے۔ صدر مملکت نے جذباتی لہجے میں کہا۔

اور واقعی سب ممبران کی نظروں میں ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے لیے تحسین کے جذبات نمایاں تھے۔

صدر مملکت نے ضروری احکام صادر کرنے کے بعد میٹنگ برخاست کر دی۔

فون کی گھنٹی جیسے ہی بجی بلیک زیرو نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔
"ایکسٹو ـــــ" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"میں جولیا بول رہی ہوں سر ـــــ" دوسری طرف سے جولیا کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی اور بلیک زیرو جولیا کی آواز سن کر چونک کر سیدھا ہو گیا۔
"جولیا ـــ تم کہاں سے بول رہی ہو ـــ" اس نے اپنے لہجے کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔
"سر میں ہوٹل کنگ سے بول رہی ہوں اور ابھی ابھی مجرموں کے ہیڈ کوارٹر سے جان بچا کر یہاں پہنچی ہوں ـــــ" جولیا نے جواب دیا۔
"کوڈ میں تفصیل بتاؤ ـــــ" بلیک زیرو نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

اور جولیا نے اپنے ہوش میں آنے سے لے کر ہوٹل کنگ تک پہنچنے تک کے تمام واقعات کوڈ ورڈز میں بتا دیئے۔
"ہونہہ ـــــ" تم یہ کوٹھی پہچانتی ہو ـــــ" بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔
"جناب میرا جہاں تک اندازہ ہے وہ سول لائنز کی تیسری دو بتی اڈ کوٹھی میں دیکھ کر ہی بتا سکتی ہوں۔ میں جلدی میں اس کا نمبر وغیرہ چیک نہیں کر سکی۔" جولیا نے جواب دیا۔
"جو کار تم نے استعمال کی تھی اس کا نمبر کیا تھا ـــــ" بلیک زیرو نے سوال کیا۔
"ان کاروں پر نمبر پلیٹ موجود نہیں تھی۔ جناب ـــ" جولیا نے جواب دیا۔
"باس کا حلیہ تفصیل سے بتاؤ ـــــ" بلیک زیرو نے جواب دیا۔
اور جولیا نے باس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔
"اچھا تم وہیں ٹھہرو میں کیپٹن شکیل، صفدر اور تنویر کو بھیجتا ہوں۔ تم لوگ اس کوٹھی کا پتہ کرو اور پھر جب تمہیں اس کوٹھی کے متعلق یقین ہو جائے تو مجھے واچ ٹرانسمیٹر پر کنٹکٹ کر کے مزید ہدایات لینا ـــــ" بلیک زیرو نے جولیا سے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔
اسے جولیا کے اس فون سے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ جولیا نہ صرف اکیلی دشمنوں کے اڈے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی بلکہ اس طرح مجرموں کا ہیڈ کوارٹر بھی نظروں میں آ گیا تھا۔ اور یہ ایک اہم انکشاف تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ جولیا کے کامیاب فرار کے بعد مجرموں نے یقیناً جتنی جلدی ہو سکا وہ اڈا خالی کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ بہر حال چیکنگ تو اولین فرض تھا۔

ہو سکتا ہے۔ مجرم اپنی طاقت کے زعم میں ابھی تک وہیں ہوں۔

اس نے رسیور اٹھایا اور پھر باری باری کیپٹن شکیل، تنویر اور صفدر کو ہوٹل کنگ میں جولیا سے ملنے کی ہدایات دیں۔

وہ اب عمران کا انتظار کرنے لگا۔ عمران ہنگامی میٹنگ میں تھا۔ اور اس دوران بلیک زیرو اس سے کنٹکٹ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے انتظار مناسب سمجھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ابھی تک ایکسٹو کے مخصوص لباس میں تھا۔

"کوئی نئی خبر بلیک زیرو ــــ" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی سوال کیا۔

اور بلیک زیرو نے جولیا کی دی ہوئی تمام رپورٹ دوہرا دی۔

"ویری گڈ بلیک زیرو ــــ اب ہم مجرموں پر یقیناً ہاتھ ڈال دیں گے۔ جولیا نے اس دفعہ قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے ــــ" عمران کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

اسی لمحے کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ بلیک زیرو سیٹی کی آواز سنتے ہی تیزی سے اٹھا اور پھر الماری میں سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر میز پر لا رکھا۔ سیٹی کی آواز اس میں سے نکل رہی تھی۔ اس نے بٹن دبایا اور پھر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ عمران نے اسے خود بات کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

"ہیلو جولیا سپیکنگ سر ــــ اوور" دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"یس جولیا ایکسٹو سپیکنگ ــــ اوور" عمران نے بھرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"سر ہم نے مطلوبہ کوٹھی ڈھونڈ لی ہے۔ یہ سول لائنز کی تیسری رو میں چوتھی کوٹھی ہے۔ اس کا نمبر ۱۲۶ ہے۔ مگر سر ــــ کوٹھی پر مکمل اندھیرا چھایا ہوا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوٹھی خالی کی جا چکی ہے ــــ اوور" جولیا نے جواب دیا۔

"تم لوگ وہیں ٹھہرو۔ میں عمران کو بھیج رہا ہوں ــــ اوور" عمران نے کہا اور پھر بٹن آف کر کے رابطہ ختم کر دیا۔

"میں وہاں جاتا ہوں۔ شاید کوٹھی سے ان کا کوئی سراغ مل جائے ــــ" عمران نے بلیک زیرو سے کہا

اور اس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ اور اس کی فریکوئنسی تبدیل کرنی شروع کر دی۔ پھر ایک اور بٹن دبا دیا۔ جلد ہی دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دینے لگی۔

"ٹائیگر سپیکنگ سر ــــ اوور"۔

"عمران ــــ اوور"۔ عمران نے اصل لہجے میں کہا۔ مگر لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

"یس سر ــــ اوور"۔ ٹائیگر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"ٹائیگر فوراً سول لائنز کی تیسری رو کی چوتھی کوٹھی نمبر "۱۲۶" پر پہنچو۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ سیکرٹ سروس کے ارکان اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر تم نے اپنے طور پر تحقیقات کرنی ہے مجھے شبہ ہے کہ مجرم وہاں سے فرار ہو چکے ہیں۔ ہر ممکن طریقے سے ان کا سراغ لگانے کی کوشش کرو مجھ سے کسی وقت بھی واچ ٹرانسمیٹر پر بات کر سکتے ہو ــــ اوور"۔ عمران نے اسے احکامات دیئے اور پھر بٹن دبا دیا۔

"اسے الماری میں رکھ دو ــــ" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ اور پھر خود ڈریسنگ روم میں لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔

یہ ایک کافی بڑا ہال تھا۔ جس میں صرف ایک بڑی میز اور اس کے گرد چار کرسیاں موجود تھیں ان کرسیوں پر چار نقاب پوش بیٹھے تھے۔ ایک سائیڈ پر جو نقاب پوش بیٹھا تھا اس کا نقاب سنہرا تھا۔

" گو ہم اپنے مشن میں اب تک بے حد کامیاب رہے ہیں مگر اس کے باوجود ہم اپنے اصل اور عظیم مشن سے تاحال بہت دور ہیں اور پھر سیکرٹ سروس بھی ہمارے آڑے آ رہی ہے۔ سیکرٹ سروس کی ایک لیڈی رکن جسے اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا تھا نمبر ٹو کو قتل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اور جس کے نتیجہ میں ہمیں فوری طور پر ہیڈ کوارٹر تبدیل کرنا پڑا۔ اور اس ہیڈ کوارٹر میں موجود تمام سائنسی نظام تباہ کرنا پڑ گیا۔

دوسرا نمبر تھری جو ڈاکٹر انور کے روپ میں اعلیٰ حکام کی ہنگامی میٹنگ میں

شامل ہوا تھا۔ وہیں میٹنگ میں ختم کر دیا گیا اور اس طرح ہم صرف اس اہم میٹنگ کی کارروائی معلوم کرنے سے محروم ہو گئے۔ بلکہ ہمارا ایک ذہین کارکن بھی ختم ہو گیا۔

پھر اس میٹنگ کے بعد سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ سرکاری نلوں کا پانی استعمال نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ سٹاک میں موجود تمام پانی ضائع کر دیا گیا ہے اور سٹورز صاف کر کے نیا پانی اب استعمال میں لایا جا رہا ہے دوسرے اب چھاؤنی کے واٹر پلانٹ اور شہر کے واٹر سپلائی پلانٹس پر کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔

ان اقدامات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے زیادہ قریب آتے جا رہے ہیں۔ ورنہ انہیں قطعی یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ یہ وبا کس ذریعے سے پھیلی ہے اس کے علاوہ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ عمران اور سیکرٹ سروس کے دیگر رکن جنہیں انجکشن، لگائے گئے تھے۔ اب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور سابقہ ہیڈ کوارٹر کے گرد انہیں دیکھا گیا ہے۔ ان میں وہ لڑکی جولیا بھی موجود تھی ـــــــ" باس نے تفصیل سے تمام حالات سناتے ہوئے کہا۔

" حیرت ہے باس ـــــ وہ لوگ کس طرح صحیح ہو گئے جب کہ انہیں چار سو طاقت کے انجکشن لگائے گئے تھے۔ ان کے ٹھیک ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــــ" ایک ممبر نے حیرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

" اس بات پر میں خود حیران ہوں۔ کہ انہوں نے اس کا علاج کیسے ڈھونڈ لیا اور اگر ڈھونڈ بھی لیا تھا تو پھر عام شہریوں پر اس علاج کو کیوں نہیں آزمایا گیا اور معاملہ صرف پانی نہ پینے تک ہی کیوں محدود رکھا گیا۔ ـــــــ" باس نے جواب دیا

" باس ـــــ وہ اس کا علاج قیامت تک معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک کے سائنسدان جنہوں نے اس عجیب و غریب دوا کو ایجاد کیا ہے وہ سالوں کی تحقیقات

کے بعد بھی اس کا توڑ نہیں کر سکتے تو کس طرح چند گھنٹوں میں اس کا علاج ڈھونڈ لیا ــــــ" ایک اور ممبر نے کہا۔

بہر حال جو کچھ بھی ہے وہ ممبر اور عمران اب بالکل ٹھیک ہے ــــــ" باس نے فکر مند لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ــــــ" ایک ممبر نے باس سے پوچھا۔

"میں نے بے حد غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں فوراً اپنا عظیم مشن پورا کرنے کے لئے کارروائی شروع کر دینی چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا مشن مکمل ہونے سے پہلے سیکرٹ سروس ہمارے راستے پر لگ جائے ــــــ" باس نے جواب دیا۔

"مگر باس ــــــ اس عظیم مشن کو شروع کرنے کا ابھی مناسب وقت نہیں آیا، چیف ہیڈ کوارٹر کی ہدایات کے مطابق ہمیں ان چھوٹے چھوٹے تجربات کے بعد ان سے ہدایات لینی تھیں۔ پھر یہ مشن شروع کرنا تھا ــــــ" ایک ممبر نے کہا۔

ہاں ــــــ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں نے یہ کب کہا ہے کہ میں ابھی مشن شروع کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں عظیم مشن کے پورا کرنے کے لیے کارروائی شروع کر دینی چاہیئے۔ کارروائی سے میری مراد یہی تھی کہ چیف ہیڈ کوارٹر سے ہدایات لی جائیں اور پھر مرکزی جگہ ڈھونڈی جائے۔ جس سے ہم پورے ملک کو فوری طور پر کور کر سکیں۔" باس نے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

"سر ــــــ کیوں نہ ہم فی الحال پوری توجہ سیکرٹ سروس کی سرکوبی پر مرکوز کر دیں۔ سیکرٹ سروس کے خاتمہ کے بعد ہم اطمینان سے مناسب وقت پر اپنا مشن پورا کر سکتے ہیں ــــــ" ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

سیکرٹ سروس کی سرکوبی بھی ہمارے مشن کا ایک اہم حصّہ ہے اور اسی لئے ہم نے سب سے پہلے اس ملک کے خطرناک ترین آدمی پر ہاتھ ڈال کر اسے

بے بس کر دیا تھا۔ اور اس آدمی یعنی عمران کے متعلق ہیڈ کوارٹر کی طرف سے خاص ہدایات بھی تھیں۔ پھر ہمیں چند ممبران کا پتہ چلا۔ جب وہ اولڈ فورٹ کی نگرانی کے لئے آئے چنانچہ انہیں بھی انجکشن لگا دیئے گئے۔ گو شروع میں نتائج ہمارے حق میں رہے۔ مگر اب حیرت انگیز طور پر وہ ٹھیک ہو چکے ہیں ــــــ" باس نے جواب دیا۔

"عمران بظاہر تو ایک احمق آدمی ہے۔ نجانے ہیڈ کوارٹر کی اس کے بارے میں اتنی سخت ہدایت کیوں ہیں ــــــ" ایک ممبر نے ناگوار سے لہجے میں کہا۔

"تم نہیں جانتے یہ عمران کیا بلا ہے۔ اس ملک کا سب سے خطرناک اور ذہین ترین آدمی جس نے سینکڑوں سازشوں کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ اور بڑے بڑے نامی گرامی مجرموں اور جاسوسوں کو اس ملک میں اس آدمی نے موت کے گھاٹ اتار دیا یا وہ ناکامی کی ذلت اٹھا کر یہاں سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے ــــــ" باس نے عمران کے کارناموں کی تفصیلات بتائیں۔

"تو پھر ہم سے غلطی ہوئی۔ جب عمران ہمارے ہتھے چڑھا تھا تو اسے اسی وقت گولی مار دینی چاہیئے تھی۔ نہ بانس رہتا نہ بانسری بجتی ــــــ" اسی ممبر نے جواب دیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی یہ ایک غلطی تھی لیکن اس وقت تو اسے جو سزا دی گئی تھی وہ موت سے بھی بدتر تھی۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ وہ اتنی جلدی حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو جائے گا ــــــ" باس نے جواب دیا۔

"تو میرے خیال میں آپ پہلے عمران کو ختم کرنے کا پروگرام مرتب کریں اور اس کے ساتھ ہی سیکرٹ سروس کے جو ممبر بھی ہماری لسٹ میں آئیں انہیں فوری ہلاک کر دیا جائے ــــــ" ایک ممبر نے تجویز پیش کی۔

"اس سلسلے میں گروپ نمبر فور کو تفصیلی ہدایات دے چکا ہوں مجھے امید ہے کہ

وہ جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے ـــــ" باس نے جواب دیا۔

" پھر ٹھیک ہے کہ دپ فور یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا ـــــ" اسی ممبر نے جس نے یہ رائے دی تھی مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

" کیوں نہ ہیڈ کوارٹر سے تفصیلی ہدایات لی جائیں ـــــ" ایک ممبر نے رائے دی۔

" میں نے اسی لئے آپ سب کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔ کیونکہ میں سب کے مشورے سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں ـــــ" باس نے جواب دیا۔

" تو ٹھیک ہے۔ آپ ہیڈ کوارٹر سے بات کر لیں ـــــ" سب ممبران نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ اور دوسرے لمحے باس نے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش مؤدبانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔

" لانگ ویو ٹرانسمیٹر لے آؤ ـــــ" باس نے اسے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔

اور وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ واپس آ گیا۔ اس نے کافی بڑا ٹرانسمیٹر اٹھایا ہوا تھا۔ ٹرانسمیٹر اس نے لا کر درمیانی میز پر رکھا اور پھر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

" تم جا سکتے ہو ـــــ" باس نے اسے حکم دیا اور وہ الٹے قدموں واپس مڑ گیا۔

دروازہ بند ہونے کے بعد باس نے ٹرانسمیٹر کا ایریل نکال کر بلند کیا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔

باس نے فریکونسی سیٹ کرنے کے بعد ایک اور بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے سمندر کی لہریں ساحل سے سر ٹپک رہی ہوں۔ جلد ہی شور ہلکا پڑتا چلا گیا اور پھر اس کی بجائے ایک سخت سی

آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

" یس چیف ہیڈ کوارٹر آپریٹر نمبر الیون تھری سپیکنگ ـــــ اوور۔"

" چینج دی ورلڈ نمبر ون سپیکنگ وِس اینڈ چیف سے بات کراؤ ـــــ اوور۔" باس نے جواب دیا۔

" آن ایمرجنسی لائن آر آرڈینری اوور۔" آپریٹر نے سوال کیا۔

" ایمرجنسی لائن ہیری اپ ـــــ اوور۔" باس نے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔

" او۔ کے ویٹ فار فیو منٹس ـــــ اوور۔" آپریٹر نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر لہروں کی آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں۔ سب لوگ دم سادھے بیٹھے تھے۔ چند لمحوں بعد ایک آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ جیسے چند جنگلی بلیاں آپس میں لڑ پڑی ہوں۔"

" پھر ان پر ایک انسانی آواز چھا گئی ـــــ یس چیف وِس اینڈ ـــــ اوور۔"

" مشن چینج دی ورلڈ نمبر ون سپیکنگ ـــــ اوور۔" باس نے انتہائی مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیا۔

" یس نمبر ون رپورٹ فار ایمرجنسی لائن ـــــ اوور۔" چیف کا لہجہ انتہائی سخت تھا۔

" سر مشن ون، ٹو اور تھری کامیابی ـــــ نمبر ٹو اور تھری ہلاک کر دیئے گئے۔ مقامی ایس ایس ہماری راہ پر لگ گئی ہے۔ مشن نمبر ون کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے مشن نمبر ٹو اور تھری کے سلسلے میں پائی کی مخالفت۔ موجودہ حالات انتہائی خراب ہیں۔ گریٹ مشن کے لیے ہدایات دیجئے ـــــ اوور۔" باس نے مختصر مگر جامع رپورٹ دی۔

" بیڈ نیوز نمبر ون ـــــ مشن نمبر ون کا کیا علاج دریافت کیا گیا ہے ـــــ اوور۔" چیف کے لہجے میں تعجب کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

" معلوم نہیں باس ـــــ بہر حال مشن نمبر ون کے ٹارگٹ ٹھیک ہو چکے ہیں۔

"اوور۔" چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

" گروپ نمبر فور کو آرڈر دیئے جا چکے ہیں۔ گریٹ مشن فوری طور پر شروع ہونا چاہیئے ورنہ حالات انتہائی مخدوش بھی ہو سکتے ہیں ــــ اوور۔" باس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ویٹ فار فیو منٹس ــــ اوور۔" چیف نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر ایسی آوازیں ٹرانسمیٹر سے نکلنے لگیں جیسے جنگلی بلیاں آپس میں لڑ رہی ہوں۔

چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر چیف کی آواز سنائی دی۔

" او۔ کے ــــ گریٹ مشن کے لیے فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ کل آدھی رات کو گریٹ مشن شروع کر دیا جائے ــــ اوور۔"

چیف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" او۔ کے سر ــــ تھینک یو۔ ہم قطعی تیار ہیں۔ کل ٹھیک آدھی رات کو گریٹ مشن شروع ہو جائے گا ــــ اوور۔" باس نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

" او۔ کے ــــ ہم بھی ٹھیک ٹائم پر ایکشن شروع کر دیں گے ــــ اوور۔"

چیف نے جواب دیا۔

" بہتر سر ــــ ہماری طرف سے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جائے گی۔ اوور۔" باس نے جواب دیا۔

" اوور اینڈ آل دشس یو گڈ لک ــــ" چیف نے کہا اور اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔

" باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

جان دار مشین دوبارہ بے جان ہو گئی۔

"ہمیں فوری طور پر گریٹ مشن کے لئے تیاریاں شروع کر دینی چاہیئے۔"

باس نے کہا۔

" اور پھر وہ سب سر جوڑ کر اس گریٹ مشن کی تفصیلات طے کرنے لگے۔

عمران جب سول لائنز پہنچا تو چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔
اسے وہ مخصوص کوٹھی دور سے ہی نظر آ گئی۔ خاصی عالیشان بلڈنگ تھی۔ لیکن وہ
مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

عمران کے قریب پہنچتے ہی ایک درخت کی اوٹ سے ایک سایہ نکل کر اس
کی طرف بڑھا۔

"عمران صاحب آپ ہیں ـــــ" سایہ نے قریب آ کر سرگوشی کی۔

"اوہ ـــ صفدر تم ـــ" عمران نے جوابی سوال کیا۔

"جی ہاں ـــ باقی لوگ بھی ادھر ادھر موجود ہیں۔ مگر یہ کوٹھی تو خالی معلوم
ہوتی ہے ـــ" صفدر نے اسے کوٹھی کے متعلق رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں اندر چل کر دیکھنا چاہیئے۔ شائد ان کے نئے اڈے کا سراغ

مل جائے ـــــ" عمران نے کہا۔

اور پھر وہ کوٹھی کے عقب کی طرف چل پڑا۔ صفدر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ
ملحقہ کوٹھی کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے مطلوبہ کوٹھی کے عقب میں پہنچ گئے۔
پھر چند لمحوں تک ماحول کا جائزہ لینے کے بعد اچانک عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور
دوسرے لمحے وہ پائیں باغ کی چھوٹی دیوار کے اوپر موجود تھا۔ پھر ایک ہلکے سے
دھماکہ سے وہ اندر اتر گیا۔ صفدر نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں چند لمحوں تک دیوار کے قریب دبکے رہے۔ پھر عمران دلیرانہ انداز
میں آگے بڑھا۔ صفدر نے بھی اس کی پیروی کی۔ دونوں نے ریوالور ہاتھوں میں
سنبھال رکھے تھے۔ کوٹھی واقعی خالی ہی تھی۔ انہوں نے تمام کمرے چھان مارے۔
لیکن انہیں وہاں آدمی تو ایک طرف رہا۔ فرنیچر بھی نہیں ملا۔

"کمال ہے۔ اتنی جلدی یہ کیسے یہاں سے سامان سمیٹ کر لے گئے ـــــ"
صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

پھر جولیا کے بتائے ہوئے راستوں سے انہوں نے تہہ خانے بھی چیک کر لیے۔
مگر تہہ خانے بھی خالی تھے۔ تہہ خانوں کے چند کمروں میں تباہی مچی ہوئی تھی۔ ایسا
محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے یہاں پر فٹ چیزوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا ہو۔

"سب کو یہیں بلا لو ـــــ" عمران نے صفدر سے کہا۔

اور دوسرے لمحے صفدر عمارت کے کمپاؤنڈ سے نکل کر پھاٹک کی طرف چل دیا۔
عمران بدستور ایک تہہ خانے میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پنسل ٹارچ
تھی۔ جس کی لکیر نما روشنی میں وہ تہہ خانے کا جائزہ لے رہا تھا۔

دوسرے لمحے جولیا، کیپٹن شکیل اور تنویر بھی صفدر کے ہمراہ اندر آ گئے۔

"باس کا کمرہ کون سا تھا جولیا ـــــ" عمران نے سوال کیا۔

"میرے ساتھ آئیے۔ میں دکھاتی ہوں ــــــ" جولیا نے جواب دیا۔

اور پھر وہ جولیا کے ساتھ ساتھ اس کمرے میں پہنچ گئے۔ عمران نے بغور کمرے کو دیکھا۔ کمرے میں جگہ جگہ سے چیزیں اکھاڑی گئی تھیں۔

"میرے خیال میں اس کوٹھی سے ضرور کوئی سرنگ کہیں نکلتی ہے۔ یہ لوگ بمعہ سامان اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ ورنہ اتنا سامان اگر یہ سڑک کے ذریعے لے جاتے تو یقیناً نظروں میں آجاتے۔ ــــــ" عمران نے خیال پیش کیا اور باقی سب ممبران کے دل کو بھی یہ بات لگ گئی۔

"تہہ خانوں میں ایک سرنگ کا سراغ لگ جائے گا ــــــ" عمران نے کہا اور پھر وہ باری باری تمام تہہ خانے چیک کرتے رہے مگر کہیں سے بھی اس بات کا سراغ نہ لگا۔

آخر میں وہ ایک بڑے ہال میں پہنچے۔

ہال بُری طرح تباہ ہو چکا تھا۔ صرف چھت سلامت تھی۔ عمران ٹارچ کی روشنی میں ایک ایک چپے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ایک کونے میں وہ ایک چھوٹی سی لوہے کی پٹڑی دیکھ کر چونک پڑا۔ اور دوسرے لمحے اس نے بغور فرش کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بائیں سائیڈ کی دیوار کے قریب ہی اسے فرش پر ایسے آثار نظر آگئے جس سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں باقاعدہ چھوٹی پٹڑی بچھی ہوئی تھی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب اسے کہیں بھی سرنگ کا سُراغ نہ ملا تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر سب کو ہال سے باہر نکلنے کا اشارہ کر کے وہ خود بھی ہال کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی گیند نکالی اور پھر اسے پوری قوت سے ہاتھ لہرا کر بائیں دیوار پر دے مارا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور گیلری کی دیواریں اور فرش لرز گئے۔ جب گرد و غبار چھٹا تو سب اندر داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر

ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سامنے کی دیوار جو ٹوٹ چکی تھی۔ میں سے ایک بڑی سرنگ صاف نظر آرہی تھی۔ اور سُرنگ کے درمیان چھوٹی ریل کی پٹڑی آگے جا رہی تھی۔ سرنگ میں مکمل اندھیرا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی سرنگ میں بڑھتے چلے گئے۔

"ریل کی پٹڑی سے ظاہر ہوتا تھا کہ سُرنگ بہت طویل ہے ــــــ" عمران نے کہہ دیا۔

کافی دور تک چلنے کے بعد آخر انہیں سرنگ کا دوسرا سرا نظر آگیا۔ آگے ایک دیوار سے سُرنگ بند ہو چکی تھی۔

دیوار کے قریب پہنچ کر وہ سب رُک گئے۔ عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اسے دیوار کی سائڈ میں پنسل ٹارچ کی روشنی میں ایک چھوٹا سا سرخ بٹن نظر آگیا۔

"ہوشیار ــــــ" عمران نے ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی دیوار بے آواز سمٹی چلی گئی۔ سامنے ایک بڑا کمرہ تھا اور اس میں ایک چھوٹی سی ریل کار موجود تھی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد عمران اور اس کے ساتھی اس کمرے میں داخل ہوئے۔ عمران ابھی بغور ریل کار کا معائنہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک ان کے پیچھے والی دیوار بے آواز انداز میں دوبارہ پھیل گئی اور وہ سب حیران رہ گئے۔

عمران نے دوڑ کر دیوار کے ارد گرد کی جگہ دیکھنی شروع کی۔ وہ سب ایک کمرے میں بند ہو چکے تھے۔

عمران ابھی اس معائنے میں مصروف تھا کہ وہ کمرہ تیز روشنی سے منور ہو گیا۔ اور ساتھ ہی ایک زوردار قہقہہ کی آواز ان کے کانوں کے پردے پھاڑنے لگی۔

"تم خود میرے جال میں آپھنسے ہو ــــــ" قہقہے کے بعد ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"یا مظہر العجائب ــــ آواز حاضر آدمی غائب ــــ" عمران نے ایک طویل سانس لے کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور زوردار قہقہے کی آواز سنائی دی۔ ابھی اس قہقہے کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ سامنے کی دیوار دونوں سائیڈوں میں سمٹتی چلی گئی۔ اور سامنے دس نقاب پوش ہاتھوں میں مشین گنیں لیے کھڑے نظر آئے۔

"ہینڈز اپ ــــ" ان میں سے ایک نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

اور دوسرے لمحے عمران اور ساتھیوں نے ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا لیے۔ جولیا تو پہلے ہی خالی ہاتھ تھی۔ اس لیے اسے ریوالور گرانے کی بھی تکلیف نہ ہوئی۔ مسلح نقاب پوشوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور پھر ایک نقاب پوش نے ان کی مکمل تلاشی لی اور کوئی چیز نہ پا کر انہوں نے انہیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

عمران کی ہدایت ملتے ہی ٹائیگر فوراً سول لائنز پہنچ گیا۔ اس نے حسبِ معمول سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا اور پیروں میں کریپ سول جوتے موجود تھے اس نے کوٹھی سے کافی دور اپنا ہیوی موٹر سائیکل ایک گلی میں روکا اور پھر بڑے محتاط انداز میں کوٹھی کی طرف بڑھا اس کی نظریں سرچ لائٹ کی طرح چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کوٹھی کے گرد سیکرٹ سروس کے ممبر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس نے ہر قیمت پر اپنے آپ کو ممبروں کی تیز نظروں سے بچانا تھا۔ درختوں کی آڑ لیتا ہوا وہ کوٹھی سے کافی فاصلے پر جا کر رک گیا اس کی چھٹی حس خطرے کا اعلان کر رہی تھی۔ اسے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے خطرہ بالکل اس کے قریب ہو۔ وہ چھپکلی کی طرح درخت کے تنے سے چمٹ گیا اور پھر اچانک اس کے کانوں میں ایک ہلکی سی سرگوشی کی آواز ابھری اور اس نے کان کھڑے کر لئے۔ اب اس

کی تمام تر توجہ اسی آواز کی طرف تھی۔ دوسرے لمحے اسے دوبارہ آواز سنائی دی۔ اور اب وہ اس کا مخرج معلوم کر چکا تھا۔ اس سے تین درخت چھوڑ کر چوتھے درخت کے اوپر سے اسے آواز آئی تھی گو درختوں کا درمیانی فاصلہ کافی زیادہ تھا لیکن اس کے حساس کان پھر بھی دبی ہوئی سرگوشی کی آواز پر کھڑک گئے۔ ایک بار جب اس نے مخرج کا اندازہ کر لیا تو پھر وہ انتہائی محتاط انداز میں قدم بہ قدم رینگتا ہوا اسی درخت کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ اسی درخت کے تنے سے لپٹا ہوا کھڑا تھا۔ اب اسے آواز صاف سنائی دے رہی تھی اس نے آہستہ سے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ چند لمحوں تک غور سے دیکھنے پر اس نے گھنے درخت کی شاخوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ایک انسانی سائے کو چیک کر لیا۔ اس کی آنکھیں گہرے اندھیرے میں دیکھنے کی بخوبی عادی ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے اچھی طرح سائے کا جائزہ لے لیا وہ سایہ آنکھوں سے شاید نائٹ ٹیلی سکوپ لگائے کوٹھی کی طرف متوجہ تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آلہ پکڑا ہوا تھا۔ اور وہ مسلسل دبی دبی سرگوشیوں میں کسی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

"یس سر! چار آدمی کوٹھی کے گرد مختلف جگہوں پہ چھپے ہوئے ہیں وہ مجھے بخوبی نظر آ رہے ہیں اوور" سایہ کسی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

"ان میں ایک نوجوان لڑکی ہے جو ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو گئی تھی اور سر دو آدمی بھی ہیں جنہیں ـــــ انجکشن لگائے گئے تھے۔ تیسرا کوئی نیا آدمی ہے۔ اوور"

"جی ہاں وہ فی الحال صرف نگرانی کر رہے ہیں۔ انہیں شاید کسی کا انتظار ہے۔ اوور"

"جی ہاں سر! مجھے یقین ہے وہ دونوں بالکل چست چالاک ہیں حالانکہ اس وقت ان کی حالت ابتر ہونی چاہیئے۔"

ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ شخص سیکرٹ سروس کے ممبران کے متعلق رپورٹ دے رہا ہے اسی وقت اسے عمران نظر آ گیا اور پھر اس نے ایک سائے کو عمران کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا اور پھر وہ دونوں چھپتے ہوئے کوٹھی کے عقب کی طرف چلے گئے۔

"سر ایک حیرت انگیز بات عمران بالکل ٹھیک ہے وہ ابھی ابھی وہاں پہنچا ہے اور اب ایک پہلے سے موجود شخص کے ساتھ دونوں کوٹھی کے عقب کی طرف گئے ہیں۔ اوور" درخت پر موجود آدمی نے رپورٹ دی۔

"بالکل سر مجھے یقین ہے کہ وہ عمران ہے اور بالکل صحت مند ہے اوور"

ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اس آدمی کو فوری طور پر ٹریپ کر لے جو عمران کی رپورٹ دے رہا ہے لیکن پھر وہ کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچنے کے لئے رک گیا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران تر نوالہ نہیں جو یوں آسانی سے نگلا جا سکے۔

پھر اس نے کوٹھی کے ایک شکستہ پھاٹک سے ایک سائے کو باہر آتے دیکھا۔ اسی وقت الو کی آواز فضا میں گونجی۔ یہ یقیناً اس سائے کے حلق سے نکلی تھی۔ آواز نکلتے ہی اس نے تین سایوں کو مختلف جگہوں سے نکل کر کوٹھی کی طرف بڑھتے دیکھا اور پھر وہ سب کوٹھی میں غائب ہو گئے۔

"وہ سب اندر چلے گئے ہیں سر وہ شاید تہہ خانوں کی چیکنگ کر رہے ہیں اوور" ٹرانسمیٹر پر رپورٹ باقاعدہ جاری تھی۔ کافی دیر خاموشی رہی کیونکہ عمران اور دیگر ممبران تو کوٹھی کے اندر جا کر غائب ہی ہو گئے تھے۔ ٹائیگر کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ ٹریپ نہ کر لئے گئے ہوں لیکن وہ اس وجہ سے خاموش رہا کہ عمران اور اس کے ساتھی ٹریپ کر لئے جاتے تو یقیناً اس آدمی کو رپورٹ مل جاتی۔ اچانک اسے کوٹھی کے اندر سے ایک ہلکے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ ہوا پہ تیرتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کوٹھی کے اندر

ہلکی طاقت کا بم مارا ہو، اس کے بعد پھر کافی دیر خاموشی طاری رہی پھر اچانک اسے آواز آئی۔

" یس سر او ہ وری گڈ ٹریننگ سر اب ہمارے گریٹ مشن میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی اوور" سائے نے جواب دیا۔ اس کی آواز مسرت سے لبریز تھی۔

" بہتر سر میں ابھی پہنچتا ہوں سر اوور اینڈ آل " سائے نے کہا اور پھر اس نے آلہ جیب میں رکھ کر نائٹ ٹیلی سکوپ آنکھوں سے علیحدہ کر کے اسے گلے میں لٹکا لیا۔ ٹائیگر اب چوکنا ہو گیا تھا۔ سائے کی آواز اور باتوں سے اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران اور اس کے دیگر ساتھی ٹریپ کر لئے گئے ہیں اور وہ کسی گریٹ مشن کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر سایہ اسے درخت سے اترتا ہوا نظر آیا۔ وہ بے حد بڑے محتاط انداز میں نیچے آ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ تنے کے قریب پہنچا اس نے نیچے چھلانگ لگا دی لیکن ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ جھٹ ٹائیگر نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی کمر پر لات رسید کی اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔

" خبردار اگر حرکت کی یا آواز نکالی تو ڈھیر کر دوں گا " ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا اب اس کے ہاتھ میں سائیلنسر چڑھا ہوا ریوالور موجود تھا۔ سایہ جو ایک طاقتور نوجوان تھا انتہائی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا مگر ٹائیگر نے اس کے سینے پر ریوالور کی نالی رکھ دی تھی مگر دوسرے لمحے سائے نے ایک عجیب حرکت کی وہ انتہائی پھرتی سے کام کر گیا اس نے ایک ہاتھ تو نالی پر رکھ کر اسے نیچے جھکا دیا تھا اور اچھل کر ایک بھرپور ٹکر ٹائیگر کی ناک پر ماری تھی۔ ٹائیگر کو اس پھرتی اور مہیب داؤ کی توقع ہی نہیں تھی اس لئے وہ پشت کے بل زمین پر گرا۔ اور جھٹکا لگنے سے ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اس کی ناک پر شدید

چوٹ آئی تھی لیکن مقابل کی اس حرکت سے ٹائیگر کے ذہن میں غصے کی آندھیاں امڈ آئیں۔ گو اس کی ناک پر شدید چوٹ آئی تھی مگر وہ دوسرے لمحے زخمی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا اٹھا اور نوجوان جو اسے فلائنگ کک لگانا چاہتا تھا نشانہ چوکنے کی وجہ سے زمین پر گر گیا اور دوسرے لمحے ٹائیگر نے اس کو دونوں ہاتھوں پر یوں اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ اور دوسرے ہی لمحے اس نے اسے سر سے بلند کر کے پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ نوجوان کے حلق سے ایک طویل چیخ نکل گئی اور پھر وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے جنون کے عالم میں اسے ایک بار پھر اٹھا لیا مگر پھر اچانک اسے ایک خیال آ گیا اور اس نے اسے پھینکنے کی بجائے آرام سے لٹا دیا۔ وہ نوجوان ہوش میں نہ تھا۔ ٹائیگر نے ایک ہاتھ سے اس کی ناک بند کی اور دوسرے ہاتھ سے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر جڑ دیا اور پھر ناک چھوڑ دی۔ نتیجہ حسب توقع رہا۔ نوجوان فوراً ہوش میں آ گیا۔

" خبردار اگر اپنی جگہ سے ہلے تو اس بار گردن توڑ دوں گا " ٹائیگر نے زخمی چیتے کی طرح غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی ہتھیلی کو سیدھے رخ میں رکھتے ہوئے اس کے چہرے کے سامنے تان دیا۔ نوجوان شاید ٹائیگر کے لہجے سے ہی مرعوب ہو گیا یا شاید ٹائیگر کی کھڑی ہتھیلی کا خوف تھا کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اگر ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے ہاتھ مار دیا تو یقیناً گردن کی ہڈی ٹوٹنے میں کوئی کسر نہیں رہے گی۔

" تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو ؟" نوجوان نے پھنسی پھنسی آواز میں سوال کیا۔

" میں بس اتنا جانتا ہوں کہ تم بے حس و حرکت پڑے رہو اور جو میں پوچھوں اس کا صحیح جواب دو " ٹائیگر نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" نوجوان نے حواس مجتمع کرتے ہوئے سوال کیا اسی وقت ٹائیگر کو خیال آیا کہ وہ سڑک کے قریب ہیں۔ کسی بھی لمحے کوئی کار یا راہگیر ـــــ گزرتے ہوئے انہیں چیک کر سکتا ہے چنانچہ اس نے فیصلہ کیا اور پھر دوسرے لمحے اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے نیچے آیا۔ لیکن اب وہ شاید اپنا ارادہ بدل چکا تھا۔ ٹائیگر نے نوجوان کی کنپٹی پر ضرب لگائی تھی۔ ضرب کافی بھرپور پڑی اور پھر لگاتار پڑنے والی دو ضربوں نے نوجوان کو ایک بار پھر بے ہوشی کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ ٹائیگر اس کے بے ہوش ہو جانے کا اطمینان کر کے اٹھ کھڑا ہوا اس نے پہلے تو اپنا ریوالور اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر اس نے جھک کر بے ہوش نوجوان کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا اب وہ تیزی سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیز رفتاری سے گلیوں میں بھاگ رہی تھی۔ اس نے بے ہوش نوجوان کو آگے پٹرول ٹینکر پر لٹا رکھا تھا گو اس طرح اسے موٹر سائیکل چلانے میں کافی دقت کا سامنا ہو رہا تھا مگر بہر حال وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

عمران کو ایک کمرے میں بند کیا گیا تھا۔ دس مشین گنوں کے سامنے وہ بے بس تھا۔ اس لیے وہ خاموش رہا۔ اگر مقابلے میں ایک دو مشین گنیں ہوتیں تو شاید وہ کوشش بھی کرتا مگر دس مشین گنوں سے مسلح آدمیوں سے ٹکر لینا تو صریحاً خودکشی تھی اور عمران کم از کم زندگی کے کسی لمحے میں خودکشی کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا لیکن ٹھوس اور سپاٹ دیواریں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس نے ہاتھ سے گھڑی اتاری اور اس کا ونڈ بٹن کھینچ لیا۔ گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ نقطہ چمکنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ نقطہ سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

"ہیلو ٹائیگر میں عمران بول رہا ہوں اوور" عمران نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"یس سر میں ٹائیگر بول رہا ہوں میرے پاس آپ کے لیے اہم خبر ہے اوور"

ٹائیگر کی ہلکی سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"تفصیل بتلاؤ اوور" عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"سر جب آپ اور دیگر ممبران کوٹھی میں داخل ہوئے تو مجرموں کا ایک آدمی کافی دور سے آپ کی نقل و حرکت چیک کر رہا تھا اور ٹرانسمیٹر پر رپورٹ بھی دے رہا تھا میں نے اُسے ٹریپ کیا اور پھر بے ہوش کر کے اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔ کافی سختی کے بعد جب اُس نے زبان نہ کھولی تو مجبوراً مجھے اُسے ہپناٹائز کرنا پڑا۔ اور تب تمام تفصیلات سامنے آگئیں۔

وہ مجرم تنظیم کا ایک اہم رکن ہے اُس کا نمبر نائن ہے۔ اس کی زبانی پتہ چلا ہے کہ ہمارے ملک کے خلاف ایک بھیانک سازش کی گئی ہے۔

ہمارے ہمسایہ ملک کے سائنسدانوں نے ایک محلول ایجاد کر لیا جو جسم میں داخل ہونے کے بعد دماغ کے ان گہرے مراکز پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جہاں جذبات کے خلیات موجود ہیں خاص طور پر خوف اور بزدلی دونوں جذبوں پر وہ زیادہ تیزی اور پائیداری سے اثر انداز ہوتا ہے۔ نتیجے میں جذبات کو شدید تحریک ہوتی ہے ان جذبوں کی شدت بے انتہا بڑھ جاتی ہے اس کو دشمنوں نے ہمارے خلاف برتنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ یہاں اس کے تجربات کئے گئے۔ جو خاصے کامیاب رہے اور کل آدھی رات کو ان کا اصل مشن شروع ہو رہا ہے۔ پروگرام یہ ہے کہ اس محلول کو جسے لگاتار تجربوں کے بعد سفوف کی شکل میں تبدیل کر لیا گیا ہے۔ اس کی کافی سے زیادہ مقدار ہوا میں شامل کر دی جائے گی اور پھر جب یہ سفوف ہوا میں مل کر جب انسانی سانس کے ساتھ جسم میں پہنچے گا تو ان کا وہی نتیجہ بر آمد ہو گا جو محلول کا تھا۔ چونکہ محلول کی نسبت سفوف کے ذرات کم طاقت رکھتے ہیں اس لیے یہ اسی صورت میں زیادہ اثر انداز ہوں گے جبکہ پہلے سے ہی ان جذبوں کو تحریک مل چکی ہو اس

لیے عام پبلک اور فوجیوں پر استعمال کیا گیا۔ پینے کے پانی کے ذریعے' چنانچہ اب یہ سفوف صرف ہماری پبلک اور فوجیوں پر اثر انداز ہو گا اور ہمارے دلیر اور جانباز عوام اور فوجی انتہائی خوف زدہ اور انتہا درجے کے بزدل بن جائیں گے اور پھر فوراً ہی ہمسایہ ملک جس کی تمام افواج سرحد پر پہنچ چکی ہیں ہمارے ملک پر حملہ کر دے گی۔ اس کا نتیجہ جو گا۔ وہ ظاہر ہے جو ان کا پلان ہے جن میں وہ پچھتر فیصد کامیاب ہو چکے ہیں اب کل آدھی رات کو پلان پر عمل ہو گا اوور" ٹائیگر نے انتہائی تفصیلی رپورٹ دی اور عمران یہ رپورٹ سُن کر حیرت سے دنگ رہ گیا اتنی خطرناک سازش کہ جس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس کے ملک میں تقریباً کامیاب ہو چکی تھی ایک ایسی سازش جو اس کے ملک کو فنا کر کے رکھ دے گی۔ اس کا دماغ سُن ہو گیا۔

کیا وہ رکن اتنا ہی اہم ہے کہ اسے تمام تفصیلات کا بخوبی علم ہے اوور" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ہاں سر وہ سربراہوں میں سے ایک ہے... اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو پھر اس سے نگرانی جیسا معمولی کام کیوں لیا گیا... اوور" عمران نے مشکوک لہجے میں سوال کیا۔

"یہی سوال میں نے اُس سے کیا تھا اس کا جواب تھا کہ فوری طور کوٹھی خالی کرنے اور تمام سامان لے جانے کے لیے تمام کارکنوں کو استعمال کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ نگرانی کا کام رضا کارانہ طور اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہونہہ" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "تم فوراً نمبر ٹن کا میک اَپ کر کے یہاں پہنچو اور مجھے ملنے کی کوشش کرو۔ میک اَپ کا سامان ساتھ لیتے آنا۔ یہ کام جلدی ہونا چاہیے۔ اوور" عمران نے اُسے ہدایات دیں۔

بہتر سر اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور سنو فوراً فریکوینسی نمبر ایٹ نارتھ سکس ایسٹ پر کال کر کے میری طرف سے اطلاع دو۔ اپنا نام بتلا دینا کہ فوراً اس ہیڈ کوارٹر کا فوجی محاصرہ کر دیا جائے اور ساتھ ہی اس کوٹھی کا بھی جو اب خالی ہو چکی ہے۔ ایکشن فی الحال نہ لیا جائے اوور" عمران نے اُسے بلیک زیرو کی مخصوص فریکوینسی بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے سر" ٹائیگر نے جواب دیا۔

تم میرے پاس جلدی پہنچو اوور اینڈ آل" عمران نے جواب دیا اور پھر فنڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

اس کے چہرے پر انتہائی ٹھوس سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی۔ شاید وہ زندگی میں اس سے پہلے کبھی اتنا زیادہ سنجیدہ نہیں ہوا ہو گا۔

اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر ایک آدمی تیزی سے اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

باس غضب ہو گیا۔ فوج نے ہیڈ کوارٹر کا محاصرہ کر لیا ہے ایک چوڑی میز کے پیچھے بیٹھے گنجے آدمی سے کہا اور اس کے الفاظ سُن کر باس حیرت سے اچھل پڑا۔

"یہ کیسے ہوا" وہ اضطراری طور پر اُٹھ کھڑا ہوا۔

باس شاید ہمارا راز کھل گیا ہے آنے والے نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

باس تیزی سے اٹھ کر کمرے کے کونے کی طرف بڑھا اُس نے وہاں پر موجود ایک دیو ہیکل مشین کا بٹن دبا دیا مشین پر لگی ہوئی بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اور پھر تیزی سے ناب گھماتا گیا۔ سکرین پر کوٹھی سے باہر کا منظر اُبھرتا چلا گیا۔ واقعی فوجیوں نے کوٹھی کو گھیر رکھا تھا۔ وہ ناب گھماتا گیا اور منظر تیزی سے تبدیل ہوتے

چلے گئے کوٹھی کے باہر کا ہر حصہ سکرین پر آیا جو تمام فوجیوں کے گھیرے میں تھا۔
باس نے ایک لمحہ بغور فوجیوں کو دیکھا اور پھر بٹن دبا کر مشین آف کر دی۔

پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا "میرے ساتھ آؤ" اس نے نوجوان سے کہا
مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا وہ ایک کمرے کے سامنے رک گیا اس کے ساتھ
اب چند مسلح افراد بھی شامل ہو گئے تھے۔ "یہ دروازہ کھولو" اس نے اطلاع دینے
والے نوجوان سے کہا۔ نوجوان نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے مشین گن کا
بٹ مار کر تالا توڑ دیا اور پھر دروازہ کھول کر وہ سب اندر داخل ہو گئے۔

سامنے چارپائی پر عمران لیٹا ہوا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ عمران!" باس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور عمران اطمینان
سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے" عمران نے بڑے اطمینان سے سوال کیا۔

"جلدی بتلاؤ فوج کو اس ہیڈ کوارٹر کا کیسے پتہ چلا" باس نے چیختے ہوئے کہا۔

"کس فوج کو اور کون سے ہیڈ کوارٹر کا" عمران نے جواب دیا اس سے پہلے
کہ باس کوئی جواب دیتا وہ اچانک چونک پڑا اسے عمران کی گردن پر کالر کے قریب
ایک موٹا تل نظر آ گیا تھا۔

"تم کون ہو اور عمران کہاں ہے" اس نے تقریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں عمران ہوں اور تمہارے سامنے کھڑا ہوں" عمران نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔

"شٹ اپ ..... تم عمران نہیں اس کے میک اپ میں کوئی اور ہو عمران کی گردن
پر تل نہیں ہے جبکہ تمہاری گردن پر تل موجود ہے" باس نے غصے سے سیاہ پڑتے
ہوئے کہا اور اس مرتبہ چونکنے کی باری عمران کی تھی۔

"اسے گولی مار دو" باس نے چیختے ہوئے مشین گن سے مسلح افراد کو حکم دیا اور
مشین گن برداروں نے مشین کا رخ اس کی طرف کیا۔

اسی لمحے ایک شخص بھاگتا ہوا وہاں آیا۔

"باس ہم پر ہوائی حملہ ہونے والا ہے بمبار جہاز کوٹھی پر چکر لگا رہے ہیں" اس
نے سخت خوفزدہ لہجے میں جواب دیا اور حملے کا سن کر باس گھبرا گیا۔

"باہر چلو اسے ابھی بند کر دو" باس نے حکم دیا اور دوڑتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔
مختلف کمروں میں بجلی کی طرح دوڑتا ہوا وہ ایک کمرے میں پہنچا اس نے سوئچ بورڈ
پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور پھر فرش کا ایک کونا سمٹ گیا۔ اب وہاں سیڑھیاں تھیں۔
وہ تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا جس میں ایک
کافی بڑی مشین موجود تھی جس کی ایک نالی چھت سے نکل کر اوپر چلی گئی تھی۔

ہال میں موجود تمام افراد باس کو یوں اچانک اندر داخل ہوتے دیکھ کر گھبرا گئے۔

"جلدی کرو مشین چلاؤ۔ گریٹ مشن فوراً شروع کر دو۔ جلدی کرو" باس نے
چیختے ہوئے کہا۔

اس کا حکم ملتے ہی ایک آدمی نے مشین کی بائیں سائیڈ پر لگا ہوا ایک بڑا سا
ہینڈل نیچے کر دیا۔ مشین میں ایک زوردار گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری اور مشین کے ڈائل
پر لگے ہوئے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے اور ایک سوئی تیزی سے بائیں طرف
بھاگنے لگی۔

"اور سپیڈ تیز کرو۔ فل چارجنگ کر دو" باس نے غیر مطمئن لہجے میں کہا اور ایک
آدمی نے دوسرا ہینڈل دبا دیا۔ مشین کی گڑگڑاہٹ میں دوگنا اضافہ ہو گیا۔ بلب
اور تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔

اور پھر سوئی تیزی سے دوڑتی ہوئی آخری ہندسے پر پہنچ گئی۔

"اتنا ہی میٹریل ادھر کر چارج کرو۔" باس نے اس مرتبہ قدرے مطمئن لہجے میں
کہا اور پھر وہ مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔
مختلف کمروں سے ہوتا ہوا وہ دوبارہ پہلے والے کمرے میں آیا۔ اس نے سکرین
والی مشین کا بٹن دبایا اور ناب گھمانا شروع کی اور پھر سکرین پر منظر ابھر آیا۔ کوٹھی کا
محاصرہ کرنے والی فوج کے سپاہی انتہائی خوف زدہ تھے۔ خوف کی وجہ سے ان
کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں۔ باقی شہری بھی اس طرح پاگلوں کی طرح بھاگ رہے تھے
جیسے ان پر موت جھپٹ رہی ہو۔
"بمبار جہاز بھی جا چکے تھے۔
اور باس نے زوردار مگر زہریلا قہقہہ لگاتے ہوئے مشین کا بٹن آف کر دیا۔
پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے ایک الماری کھول کر اس میں سب سے بڑا لانگ رینج
ٹرانسمیٹر اٹھا کر اور اسے میز پر رکھ کر اس کا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔
"چیلنج دی ورلڈ نمبر ون اسپیکنگ ایمرجنسی فوراً چیف سے بات کراؤ موسٹ
ایمرجنسی اوور" باس نے چیخنا شروع کر دیا۔
"ہولڈ پلیز اوور" دوسری طرف سے آپریٹر نے جواب دیا۔ ویسے باس کے
لہجے سے وہ بھی گھبرا گیا تھا۔ پھر ایک لمحے بعد جنگلی بلیوں کے لڑنے کی آوازیں
آئیں اور پھر چیف کی آواز ابھر آئی۔
"یس چیف سپیکنگ رپورٹ اوور" چیف کے لہجے میں تیزی تھی۔
"چیف میں نمبر ون بول رہا ہوں گریٹ مشن وقت سے پہلے مکمل کرنا پڑا۔
آپ فوراً اپنی کارروائی شروع کریں۔ اوور" گنجے باس نے پریشان
لہجے میں جواب دیا۔
"وجہ بیان کرو۔ اوور" چیف کے لہجے میں درندوں کی سی غراہٹ تھی۔

اور پھر باس نے تمام وجوہات تفصیل سے بتا دیں۔
"او۔ کے۔ ہم فوراً کارروائی شروع کرا دیتے ہیں گو یہ گڑبڑ غلط ہوئی ہے مگر
پھر بھی۔ اوور" چیف نے شاید فقرہ مکمل کرنا وقت ضائع کرنے کے
مترادف سمجھا۔
اور پھر رابطہ ختم ہو گیا چیف کو شاید جلدی میں اوور اینڈ آل کہنا بھی بھول گیا۔
باس چند لمحے انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

عمران نے ٹائیگر کو اپنے میک اپ میں چھوڑ کر خود مزنانہ کے میک اپ میں باہر نکل آیا۔ اور اس کی خوش قسمتی سے کسی نے اسے باہر جاتے دیکھ کر پوچھ گچھ نہیں کی۔

عمران وہاں سے سیدھا دانش منزل آیا اور تب سے اب تک وہ دانش منزل میں موجود اپنی مخصوص لیبارٹری میں گھسا ہوا تھا۔

ادھر بلیک زیرو کا سر سلطان اور براہ راست صدر مملکت کے پے در پے آنے والی ٹیلیفون کالوں نے ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ وہ اب کیا جواب دیتا سوائے ٹال مٹول کے اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ عمران نے لیبارٹری میں آکر اسے ڈسٹرب کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی تھی۔

فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ اس نے جھنجھلا کر رسیور اٹھایا
"ایکسٹو سپیکنگ" —— اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں —— تم کون ہو، عمران یا طاہر، جلدی بتلاؤ" سر سلطان کے لہجے میں شدید ترین گھبراہٹ کے آثار تھے۔

"میں طاہر بول رہا ہوں جناب"۔ طاہر ان کے لہجے سے گھبرا گیا۔

"عمران کہاں ہے اسے جلدی بلاؤ —— پورے ملک کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے —— فوجیوں اور عوام میں بزدلی کا جذبہ پوری شدت پر پہنچ چکا ہے۔ ادھر دشمن ملک نے حملہ کر دیا ہے اور وہ تیزی سے آگے بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ ہماری فوج مقابلے کی بجائے جانیں بچا کر بھاگ رہی ہے۔ جلدی عمران ...."

سر سلطان تقریباً رونے کے قریب ہو گئے۔

بلیک زیرو یہ وحشت ناک خبر سن کر ایک لمحے کے لئے تو سن ہو کر رہ گیا۔

پھر اس نے رسیور میز پر پٹخا اور اندھا دھند لیبارٹری کی طرف بھاگا۔ بدحواسی کی وجہ سے وہ درمیان میں کئی بار دروازوں اور صوفوں سے ٹکرا گیا مگر جلد ہی وہ لیبارٹری کے دروازے پر پہنچ گیا۔

لیبارٹری کا دروازہ بند تھا۔ اس نے بے تحاشہ دروازے پر مکے برسانے شروع کر دیئے۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ دروازہ اکھاڑ کر پھینک دے۔ ایک جنون کا عالم اس پر طاری تھا۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ اور بلیک زیرو گرتے گرتے بچا سامنے عمران کھڑا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں۔

"کیا بات ہے —— پاگل ہو گئے ہو"۔ عمران نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ——— غضب ہو گیا ——— انہوں نے گریٹ مشن مکمل کر لیا۔ فوج اور عوام شدت خوف سے پاگل ہو گئے ہیں۔ دشمن نے حملہ بھی کر دیا ہے اور وہ تیزی سے ایڈوانس کرتا چلا آ رہا ہے۔ فوجی مقابلے کی بجائے بھاگ رہے ہیں ——— سر سلطان بات کرنا چاہتے ہیں"۔ بلیک زیرو نے شدت جذبات سے ہانپتے ہوئے کہا۔

اور یہ سن کر ایک لمحے کے لئے عمران کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور ایک میز کی طرف بڑھا۔ لیبارٹری کی میزوں پر بے شمار بوتلیں بکھری پڑی تھیں۔ ایک افراتفری کا عالم تھا۔

عمران نے جھپٹ کر میز پر پڑی ہوئی ایک بڑی سی بوتل اٹھائی اور پھر لیبارٹری کے دروازے کی طرف بھاگا۔ وہ مخصوص کمرے سے ہوتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا اور پھر وہ ایک ہی جست میں تین تین سیڑھیاں چڑھتا ہوا کمپاؤنڈ کی طرف جا رہا تھا۔

"عمران صاحب ——— فون!" بلیک زیرو نے چیخ کر اسے فون کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"شٹ اپ ——— یو بلیڈی فول"۔ عمران نے بھاگتے ہوئے چیخ کر اسے ڈانٹا۔ غصے کی شدت سے اس کی آواز پھٹ کر رہ گئی۔ اور وہ سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے بلیک زیرو کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

کیپٹن شکیل، تنویر، صفدر اور جولیا چاروں ایک بڑے کمرے میں بند تھے۔ انہیں وہاں بند ہوئے خاصا وقت ہو گیا تھا اور ایک بار انہیں وہاں بند کر کے کسی نے مڑ کر ان کی خبر نہیں لی تھی۔ انہوں نے وہاں سے آزاد ہونے کی بے حد کوشش کی، بے شمار تجویزیں سوچیں لیکن کمرے کا اکلوتا مگر مضبوط دروازہ ان کی راہ میں دیوار چین بنا ہوا تھا۔

تھک ہار کر وہ بیٹھ گئے۔

رات گزرنے کے بعد تقریباً آدھے سے زیادہ دن گزر چکا تھا کہ پہلی بار ان کا دروازہ کھلا اور دس مشین گن بردار اندر داخل ہوئے۔ مشین گن برداروں نے عجیب و غریب لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ سب غوطہ خوروں کے لباس میں تھے۔ ان کی پشت پر بڑے بڑے آکسیجن سلنڈر بھی موجود تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو گھیر لیا اور پھر

انہیں اشارے سے باہر چلنے کے لئے کہا۔ وہ دس مشین گنوں کے سامنے بے بس تھے۔ چنانچہ سوائے حکم کی تعمیل کرنے کے اور چارہ ہی نہ تھا۔

مختلف کمروں سے ہوتے ہوئے وہ ایک لفٹ کے سامنے جا کر رک گئے۔ مشین گن برداروں کے ساتھ وہ لفٹ میں سوار ہو گئے۔ اور جب لفٹ رکی تو وہ عمارت کی چھت پر موجود تھے۔

یہ عمارت چار منزلہ تھی اور چوتھی منزل کی چھت پر وہ اس وقت موجود تھے۔ اس وقت چھت پر تقریباً دس آدمی موجود تھے وہ سب کے سب اسی غوطہ خوروں والے لباس میں موجود تھے۔

ان میں ایک شخص نے منہ پر چڑھے ہوئے خول کے آگے خوردبین لگا رکھی تھی۔ اس کے خول کے اوپر مائیک بھی لگا ہوا تھا۔ وہ سب عمران کو وہاں موجود دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ عمران کو بھی پانچ مشین گن برداروں نے گھیر رکھا تھا۔

"ہا ہا ہا ——— آؤ ——— آؤ تم بھی دیکھو۔ ہم نے تمہارے ملک کی کایا پلٹ دی ہے ——— ہا.... ہا.... ہا۔ دنیا کی دلیر ترین اور بہادر قوم اس وقت دنیا کی بزدل ترین اور خوف زدہ قوم میں تبدیل ہو چکی ہے۔" دوربین والے شخص نے ان کے قریب پہنچنے کے بعد کہا

آواز اس کے مائیک سے نکل رہی تھی۔

اور پھر کیپٹن شکیل، تنویر، صفدر اور جولیا سامنے بازاروں میں ہونے والی بھگدڑ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا

جیسے سب لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔

انتہائی بدحواسی اور خوف کے عالم میں وہ کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ادھر ادھر ڈول رہے تھے۔ بے شمار لوگ مر رہے تھے۔

پھر اچانک کیپٹن شکیل اور صفدر کے جسم میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ انہیں پھریریاں سی آنے لگیں۔ وہ نامعلوم کس سے خوفزدہ تھے۔

ادھر جولیا اور تنویر کو بھی سردی سی محسوس ہو رہی تھی مگر کیپٹن شکیل اور صفدر کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔

ٹائیگر جو عمران کے روپ میں تھا۔ سر جھکائے کھڑا کانپ رہا تھا۔ خوف سے اس کا بھی رواں رواں لرز رہا تھا۔

"ہاں تم بھی اسی قوم کے فرد ہو، تم بھی بزدل ہو۔ دیکھو ہمارا کارنامہ اب اس ملک کو فنا ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی ہاہاہا۔"

باس مسلسل قہقہے لگا رہا تھا۔

اچانک وہ قہقہہ لگاتے لگاتے رک گیا۔ نیچے شہر میں ہونے والا شور بھی اچانک تھم گیا تھا۔ لوگ سن ہو کر رہ گئے تھے۔ کیپٹن شکیل صفدر، تنویر، ٹائیگر اور جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کی رگوں میں دوڑتی ہوئی خوف کی لہر اچانک تھم گئی ہو۔

چند لمحوں تک فضا میں سکوت طاری رہا۔ پھر ایکدم شور پھٹ پڑا۔

لیکن اب صورت حال یکسر تبدیل ہو چکی تھی۔ پہلے والے شور اور اس شور میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پہلے لوگ خوف کی شدت سے چیخ رہے تھے مگر اب وہ شدت جوش سے اچھل رہے تھے۔

سیکرٹ سروس کے ممبران کے جسموں میں بھی ایک برقی رو دوڑ گئی۔ وہ نامعلوم خوف ختم ہو کر جذبے اور جوش میں تبدیل ہو چکا تھا۔
باس اور اس کے ساتھی صورت حال میں اس اچانک تبدیلی کو پا کر گھبرا گئے۔ اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبران اچانک ان پر پل پڑے۔
مجرموں نے مشین گنیں چلانی چاہیں مگر اس اچانک بدلی ہوئی صورت حال نے انہیں الجھا دیا تھا۔ چنانچہ ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ وقت پر عمل نہ کر سکے اور دوسرے لمحے سیکرٹ سروس کے ممبران ان سے بری طرح الجھ گئے۔ صرف ایک آدمی کی مشین گن چلی مگر نشانہ خالی گیا۔

دوسرے لمحے شدت جوش سے سرخ ہوتے ہوئے کیپٹن شکیل نے ایک مجرم کو اٹھا کر چوتھی منزل سے نیچے پھینک دیا۔ ٹائیگر نے بھی دو مجرموں کا یہی حشر کیا۔ باقیوں نے خوفزدہ ہو کر فرار ہونا چاہا اور اچانک جولیا نے ایک مشین گن اٹھا کر فائر کھول دیا اور باقی مجرم گولیوں کی بوچھاڑ میں موت کا ناچ ناچنے لگے۔
"باس کو مت مارو —— اسے زندہ گرفتار کرنا ہے" ٹائیگر نے چیخ کر جولیا سے کہا۔ جو اب اپنی مشین گن کا رخ بھاگتے ہوئے باس کی طرف کر رہی تھی۔
مگر ٹائیگر کی چیخ و پکار کے باوجود باس گولیوں کی زد میں آ گیا۔ مگر جولیا نے فوراً مشین گن جھکا دی تھی۔ چنانچہ گولیوں نے باس کی ٹانگوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا اور وہ وہیں گر پڑا۔
"نیچے جتنے بھی ہیں سب ختم کر دو" صفدر نے چیخ کر کہا اور پھر وہ

وہ سب مشین گنیں اٹھائے نیچے کی طرف بھاگے۔ ٹائیگر زخمی باس کو اٹھانے میں مصروف تھا۔ کایا ایک بار پھر پلٹ چکی تھی۔

عمران بھاگتا ہوا کمپاؤنڈ میں پہنچا اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل زمین پر دے ماری۔
بلیک زیرو بھی اس کے پیچھے بھاگتا ہوا کمپاؤنڈ میں آن پہنچا تھا۔ عمران کو جب اس نے بوتل زمین پر مارتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ عمران پاگل ہو چکا ہے۔
بوتل ٹوٹتے ہی اس میں موجود سیال زمین پر پھیل گیا۔ اور دوسرے لمحے اس سے بخارات نکلنے لگے۔ اور تقریباً ایک منٹ میں تمام محلول ہوا میں اڑ چکا تھا۔ اب زمین پر صرف بوتل کے ٹکڑے پڑے تھے۔
عمران چند لمحے خاموش کھڑا رہا اور پھر وہ واپس مخصوص کمرے کی طرف بھاگا۔ بلیک زیرو کو اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔
مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی عمران بلیک زیرو سے مخاطب ہوا۔
"طاہر —— یہ آخری حربہ ہے۔ اگر یہ کامیاب ہو گیا تو ہم بچ جائیں

گے ورنہ ......"

عمران خاموش ہو گیا۔ اس کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے میز پر رکھا ہوا ریسیور اٹھایا مگر لائن بے جان تھی۔ بھلا سر سلطان اس ہنگامی صورت حال میں عمران کی کال کے انتظار میں کب تک بیٹھے رہتے۔

عمران نے کریڈل دبایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ نمبر ڈائل کر کے اس نے ریسیور کانوں سے لگایا۔ چند لمحوں بعد رابطہ مل گیا۔

"ایکسٹو سپیکنگ سر آن ایمرجنسی لائن"۔ عمران نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر ایکسٹو ——— غضب ہو گیا۔ ہم تباہ ہو گئے۔ دشمن تیزی سے علاقے پر علاقے فتح کرتا ہوا چلا آ رہا ہے اور ہماری فوجیں اسلحہ پھینک کر بھاگ رہی ہیں۔ بس اب چند گھنٹوں تک دارالحکومت پہنچ جائیں گی۔

اور پھر ..... دوسری طرف سے صدر مملکت کی آواز بھرا گئی۔

"آپ بے فکر رہیں جناب، ہمارے ملک کو دنیا کی کوئی طاقت تباہ نہیں کر سکتی۔

"ٹھہرو مسٹر ایکسٹو ——— ہولڈ آن منٹ"۔ صدر مملکت کے لہجے میں اچانک تبدیلی آ گئی تھی۔ پھر چند لمحے بعد ان کی پُر مسرت آواز آئی۔

"مبارک ہو مسٹر ایکسٹو ——— تمہارا کہنا سچ ثابت ہوا۔ ایک

معجزہ ہو گیا ہے۔ فوجیوں اور عوام کا تباہ ہوا مورال ایکدم بلند ہو گیا ہے۔ تمام عوام اور فوجی ایک عجیب جوش اور نامعلوم جذبے سے پُر ہو گئے۔ افواج نے دوبارہ اسلحہ سنبھال لیا ہے۔ انہوں نے دشمنوں کے حملے کو روک لیا ہے۔ ون منٹ"۔

"اوہ ویری گڈ ——— تھینک گاڈ ——— مسٹر ایکسٹو۔ مبارک ہو۔ دشمن ہماری افواج کے بے پناہ جوش، جذبہ اور بہادری کی تاب نہ لا کر تیزی سے پیچھے ہٹ رہا ہے ——— معجزہ ہے معجزہ"۔ صدر مملکت کا لہجہ بے پناہ جوش سے پُر تھا۔

"جی ہاں جناب ——— اور یہ معجزہ ایک بوتل نے انجام دیا ہے"۔ عمران نے چہکتے ہوئے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں تمام ممبران جمع تھے۔ عمران بھی ایک صوفے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر کا بلب جل اٹھا۔ جولیا نے آگے بڑھ کر بٹن آن کیا اور ایکسٹو کی مخصوص آواز سے ہال گونج اٹھا۔

، میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ اس کیس کی تفصیلات سننے کے لیے بے چین ہوں گے۔ یہ کیس ایک عجیب وغریب کیس تھا۔ ایسا کیس اس سے پہلے میری زندگی میں کبھی رونما نہیں ہوا۔ یہ ایک بھیانک ترین سازش تھی۔

ہمارے ہمسایہ ملک کے سائنس دانوں نے اتفاق سے ایک ایسی دوا تیار کر لی جو دماغ کے گہرے مراکز پر اثر انداز ہوتی ہے یہ مراکز جذبات کے مخرج ہوتے ہیں۔ تمام جذبات کی تحریک انہی مراکز سے اٹھتی، گھٹتی اور بڑھتی ہے اس دوا میں ایک خاصیت تھی کہ یہ صرف دماغ کے اس مرکز پر اثر انداز ہوتے تھے جو خوف اور بزدلی کے جذبات کے محرک ہوتے

ہیں۔ اس دوا کے اثر سے یہ جذبات انتہائی شدت پکڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور انقلابی ایجاد تھی۔ اسے اگر تعمیری مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تو اس سے انسانیت کو بے بہا فوائد پہنچ سکتے تھے۔ مگر ہمارے ہمسایہ ملک کی کمینی فطرت نے اسے تعمیری کی بجائے تخریبی مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر اکسایا اور چونکہ وہ شروع سے آج تک ہمارے ملک کو تباہ کرنے کے جنون میں مبتلا رہا ہے۔ اس لیے اس کا پہلا نشانہ ہم بنے۔

دشمن ملک نے ایک ٹیم اس مقصد کے لیے ہمارے ملک میں بھیجی جس کا سربراہ دشمن کی سیکرٹ سروس کا مشہور جاسوس اور سیکرٹ ایجنٹ آر چی تھا۔ اس کی ٹیم میں چند سرکردہ سائنس دان بھی شامل تھے۔ انہوں نے نہایت خاموشی سے یہاں اپنا جال بچھایا اور دشمن ملک کی یہاں موجود مقامی تنظیم سے انہوں نے یہاں وسیع پیمانے پر اپنے انتظامات مکمل کر لیے۔

سیکرٹ ایجنٹ آرچی کئی سال پہلے چونکہ عمران کے ہاتھوں ایک کیس میں ذلت آمیز شکست کھا کر فرار ہو چکا تھا اور پھر دشمن ملک کی سیکرٹ سروس کی لسٹ میں عمران انتہائی خطرناک فرد کی حیثیت سے سب سے پہلے نمبر پر تھا۔ اس لیے انہوں نے پہلا وار عمران پر کیا۔

عمران کو اولڈ فورٹ لے جایا گیا۔ گو اس میں عمران کی مرضی بھی شامل تھی۔ کیونکہ عمران ان کا مقصد جاننا چاہتا تھا۔ مگر عمران وہاں بے ہوش کر دیا گیا اور پھر انہوں نے عمران کے جسم میں وہ دوا انجیکٹ کر دی میں عمران کی اطلاع پر بذاتِ خود وہاں پہنچا۔ لیکن مجھے چند منٹ کی دیر ہو گئی اور دشمن اپنا کام کر چکے تھے۔ بہرحال میں عمران کو وہاں سے نکال لایا۔ مگر عمران کی آہستہ آہستہ حالت بدلتی جا رہی تھی۔ یہ عمران کی انتہائی مضبوط قوت ارادی اور

طاقت ور جسمانی دفاعی قوت تھی کہ وہ اس دوا کے اثر میں یکدم نہیں آیا مگر وہ آہستہ آہستہ اس دوا کے اثر میں جکڑتا چلا جا رہا تھا اور ہمیں علم ہی نہیں تھا کہ کیا چکر ہے میں نے کیپٹن شکیل چوہان اور صفدر کو اولڈ فورٹ کی نگرانی کے لئے بھیجا مگر مجرم اولڈ فورٹ کے تہہ خانوں کو تباہ کر کے اپنے پلان کے مطابق وہاں سے جا چکے تھے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ سیکرٹ سروس وہاں ضرور چھاپہ مارے گی۔ اس لیے انہوں نے خفیہ نگرانی رکھی۔ نتیجتاً یہ تینوں ان کی نظروں میں چڑھ گئے۔ واپسی میں یہ جولیا کے فلیٹ میں موجود تھے۔ کہ مجرموں نے فلیٹ پر دھاوا بول دیا۔ انہیں ستھیلک گیس سے بے ہوش کر کے کیپٹن شکیل۔ صفدر اور چوہان کے جسموں میں بھی وہ دوا انجکٹ کر دی۔ جولیا کو انہوں نے غیر ملکی لڑکی سمجھ کر اغوا کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ سیکرٹ سروس کی ممبر ہے تو غیر ملکی ہونے کی وجہ سے یہ اس ملک کی اتنی وفادار نہیں ہو گی۔ چنانچہ اس سے سیکرٹ سروس کے راز زیادہ آسانی سے مل جائیں گے۔

ادھر وہ پہلے ہی فوجی چھاؤنی کے ملک پلانٹ میں وہ دوا شامل کر چکے تھے۔ چنانچہ ملٹری انٹیلی جنس نے کمانڈر انچیف کو فوجیوں کے اچانک مونبال گرنے، بزدل ہو جانے اور جنگ سے خوف زدہ ہونے کی رپورٹ دی۔ کمانڈر انچیف نے وزیر دفاع کو مطلع کیا اور پھر وزیر دفاع نے سر سلطان کو اس بات سے آگاہ کیا۔ شروع شروع میں رپورٹ مذاق اور خلل دماغ سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ ایک قطعی عجیب اور ناممکن العمل چیز تھی مگر ٹھوس حقائق کی روشنی میں جب اس پر مزید غور کیا جاتا تو بھیانک نتائج سامنے آ جاتے۔

چنانچہ اعلیٰ احکام کی میٹنگ میں اس کیس پر غور ہوا اور آخر کار اسے سیکرٹ

سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا۔ سر سلطان نے اس سلسلے میں مجھ سے بات کی۔ کیس میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ میں نے مزید تفصیلات لینے کے لئے عمران کو سر سلطان کے پاس بھیج دیا۔

مگر عمران کی حالت اب قطعی تباہ ہو چکی تھی وہ دیر اور بہادر عمران کی بجائے بزدل اور خوف زدہ مردم بیزار عمران میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مگر ایک حیرت انگیز اتفاق رونما ہوا۔ سر سلطان نے اتفاقی طور پر چائے کی بجائے اس دن لیمن سکوئش منوائی اس کے دو گلاس پیتے ہی عمران کی حالت بدل گئی۔ اس دوا کا اثر ٹوٹ گیا۔ عمران وہاں سے واپس آیا تو صفدر کے پاس گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ صفدر کی قطعی طور پر کایا پلٹ چکی تھی۔ خوف کے بے پناہ جذبے نے اسے جکڑ لیا تھا۔ عمران نے یہ چیک کرنے کے لیے آیا یہ صرف ذہنی کیفیت ہے یا پھر اس کے ساتھ جسمانی انحطاط بھی ہوتا ہے ایک ڈرامہ کھیلا اور صفدر اور جوزف کی لڑائی کرا دی اس کا خیال ٹھیک ثابت ہوا صفدر ذہنی انحطاط کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی ناکارہ ہو چکا تھا۔ جوزف نے صفدر کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا۔ پھر عمران نے تجربے کے طور پر لیموں میں موجود ایسڈ کی ایک بڑی ڈوز دی۔ نتیجہ اس بار بھی حیرت انگیز رہا۔ صفدر قطعی ٹھیک ہو گیا چنانچہ کیپٹن شکیل اور چوہان کو بھی اسی علاج سے ٹھیک کر لیا گیا۔

اس دوران مجرموں نے چھاؤنی کے واٹر پلانٹ میں وہ دوا ملا دی اور پھر انہوں نے دارالحکومت کے شہریوں پر یہ تجربہ آزمایا۔ اور نتیجتاً دارالحکومت میں اس دن خوفناک بحران آ گیا۔

میں نے عمران کے علاج کے لیے ایک مشہور اور نووارد سائیکالوجسٹ کو بلایا تھا۔ مگر عمران کو شبہ ہو گیا کہ یہ شخص نفسیات کی ابجد سے بھی

واقف نہیں۔ چنانچہ اس کی نگرانی کرائی گئی۔ مزید انکشافات ہوئے وہ مجرموں کا آدمی تھا۔

صدرِ مملکت نے ہنگامی میٹنگ کال کی۔ وہی ڈاکٹر ایک اور مشہور سائیکالوجسٹ کا روپ دھار کر وہاں پہنچ گیا تاکہ حکومت کو غلط راستے پر ڈالا جائے۔ مگر چونکہ مجھے پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے اُسے میٹنگ کے دوران پکڑ لیا گیا اس نے خودکشی کر لی۔ چنانچہ مجرموں کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔

جولیا مجرموں کے ہیڈ کوارٹر سے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ اس کی نشاندہی پر اس کوٹھی پر چھاپہ مارا گیا۔ لیکن زمین دوز سرنگ کے راستے وہ پہلے ہی فرار ہو کر دوسری عمارت میں منتقل ہو چکے تھے۔ عمران۔ صفدر۔ جولیا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر اس سرنگ کا سراغ لگاتے لگاتے مجرموں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

مجرموں نے اپنے ایک اہم رکن کو ان کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا اُسے پکڑ لیا گیا۔ پھر اس کا روپ دھار کر عمران کا ایک آدمی مجرموں کے ہیڈ کوارٹر پہنچا۔ اُس اہم رکن نے اس تمام مشن کی تفصیلات بتلا دیں۔ جو انتہائی بھیانک تھیں۔ مجرموں کا اصل پلان یہ تھا کہ پہلے چھوٹے چھوٹے پیمانے پر تجربات کر کے عوام اور فوجیوں کی قوتِ ارادی اور جسمانی دفاعی نظام کمزور کر دیا جائے۔ اور پھر اس دوا کو جسے سفوف کی شکل میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ ہوا میں پھیلا دیا جائے۔ سانس کے ذریعے اس دوا کے ذرات انسانی جسم کے اندر چلے جاتے اور پہلے سے کمزور

دفاعی نظام کی بدولت عوام اور فوج پر اس کا اثر شدید ہوتا ادھر ہمسایہ ملک حملہ کر دیتا۔ نتیجہ میں عوام اور فوج چونکہ پہلے ہی انتہائی بزدل اور خوف زدہ ہوتے ہوئے وہ بآسانی ملک پر قبضہ کر لیتے۔ عمران اپنے آدمی کو اپنا میک اپ کر کے وہاں چھوڑ آیا اور خود وہ مجرموں کے اس اہم رکن کا میک اپ کر کے باہر نکل آیا۔ مجرم کسی بھی وقت یہ مشن مکمل کر سکتے تھے۔

چنانچہ عمران نے اس کا توڑ سوچنا شروع کیا۔ میں نے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کا فوج سے محاصرہ کرا لیا۔ حالات چونکہ انتہائی نازک تھے اس لیے میرا خیال تھا کہ ذرا سا بھی شبہ ہوتا کہ مجرم اپنی کارروائی کر رہے ہیں تو بمبارمنٹ سے ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا جاتا تاکہ مجرم اپنا کام کرنے سے پہلے ختم ہو جائیں گو اس میں میرے چار پانچ ممبر بھی ختم ہو جاتے مگر پورے ملک کی تباہی کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے ان کی قربانی قبول کر لی۔ مجرم اس صورتِ حال سے گھبرا گئے چنانچہ انہوں نے فوری طور پر اپنا کام کر دیا۔ یعنی اس سفوف کی کثیر مقدار ہوا میں ملا دی۔

ادھر مجرموں کی خفیہ اطلاع کی بنا پر ہمسایہ ملک نے اپنے پلان کے مطابق ہم پر حملہ کر دیا۔ حالات قطعی خراب ہو گئے۔ ہمارے عوام اور فوجی قطعی بزدل اور شدید خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ وہ لڑنے اور مقابلہ کرنے کی بجائے اسلحہ پھینک کر فرار ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ دشمن فاتحانہ انداز میں آگے بڑھتا چلا آیا۔ حتیٰ کہ ہمیں ملک کی تباہی کا یقین ہو گیا۔

مگر یہاں بھی عمران کی سائنس میں ڈاکٹریٹ ملک اور قوم کے کام آ گئی۔ اس نے چند گھنٹوں میں ہی ایک ایسی دوا تیار کر لی جو ہوا میں مل کر جب لوگوں کے سانس میں شامل ہوتی تو دماغ کے ان مراکز پر فوری طور پر اثر انداز ہوتی۔

جس سے جذبہ، جوش اور بہادری کو تحریک ملتی تھی۔ دشمن ملک کے سائنسدان سالہا سال کی تحقیق کے بعد جو فارمولا بنا سکے اس کا توڑ بلکہ دوسرے لفظوں میں صحیح تعمیری فارمولا عمران نے اپنی خداداد ذہانت کی بدولت چند گھنٹوں میں تیار کر لیا۔

چنانچہ اس نے فوری طور پر وہ دوا ہوا میں شامل کر دی۔ نتیجے میں بزدلی اور خوف کا جذبہ ختم ہو کر عوام اور فوج میں جذبۂ بہادری اور جوش اپنی شدت کو پہنچ گیا اور دشمن کا پلان فیل ہو گیا۔ ہماری بہادر افواج اور دلیر عوام دشمن کے سامنے ڈٹ گئے۔ اور پھر دشمن کو مجبوراً تیزی سے پسپا ہونا پڑا۔ حتیٰ کہ ہماری فوج نے دشمن کو اپنے علاقے سے دھکیل کر ان کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ اور دشمن عبرتناک شکست سے دوچار ہوتا گیا۔

ادھر بدلی ہوئی کیفیت کے پیش نظر سیکرٹ سروس کے ممبران نے مجرموں پر ہلہ بول دیا۔ اور تمام مجرم مارے گئے اور ان کا باس آر جی شدید زخمی ہوا۔ بعد میں خون بکثرت نکل جانے کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گیا۔

آخر کار دشمن جو ہمارے ملک کو تباہ کرنے آیا تھا وسیع علاقہ ہمیں دے کر صلح پہ مجبور ہو گیا اور اس طرح دشمن کے منصوبے خاک میں مل گئے اور اُسے عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

یہ تو تھیں کیس کی مکمل تفصیلات اس کے ساتھ ہی میں ایک بار پھر اپنے ممبران۔ خصوصاً جولیا اور بالخصوص عمران کو مبارک باد دیتا ہوں۔ کہ انہوں نے اس کیس کے دوران قابلِ فخر کارنامے انجام دیئے ہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ کیس قطعی عمران کا کیس رہا۔ اسی سے شروع ہوا۔ اور اسی نے ختم بھی کیا۔ دشمن جو عمران سیکرٹ سروس اور ملک کی کایا پلٹنے آئے تھے۔ عمران نے آخر میں ان کی ایسی کایا

پلٹی کہ شاید ان کی آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس سے عبرت حاصل کرتی رہیں گی۔

"کوئی سوال" ایکسٹو نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

"جناب ایک سوال ہے" کیپٹن شکیل نے کہا"

"ہاں پوچھو" ایکسٹو نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جناب دشمن ملک کی فوج نے جب ہم پر حملہ کیا تو وہ کیوں نہ اس دوا سے جو پورے ملک کی ہوا میں پھیل چکی تھی اثر پذیر ہوتی۔ اور پھر جب عمران صاحب نے اس کے جواب میں دوا ہوا میں پھیلائی تو دشمن کے فوجی جو ہمارے ملک میں موجود تھے اس دوا سے اثر پذیر کیوں نہ ہوئے کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"ویری گڈ پوائنٹ مسٹر شکیل۔ دراصل بات یہ تھی کہ دشمنوں کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں ان کی فوج بھی اس دوا کے تحت بزدل نہ ہو جائے۔ انہوں نے اس کا پیشگی انتظام کیا۔ اور ہر سپاہی کو غوطہ خوری کا لباس مہیا کیا۔ تاکہ وہ مصنوعی ہوا میں سانس لیں اور عام ہوا سے بچ سکیں اور یہی چیز جہاں پہلے ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی بعد میں نقصان وہ بھی" ایکسٹو نے جواب دیا۔

"سر دشمن کی ائیر فورس نے ہم پر حملہ کیوں نہیں کیا جب کہ وہ بری فوج کی نسبت آسانی سے یہاں تباہی پھیلا سکتی تھی" صفدر نے دوسرا سوال کیا۔"

"دراصل دشمن کو چونکہ اپنے پلان کی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ اس لیے اس نے ائیر فورس سے حملہ غیر ضروری سمجھا۔

جب بری فوج ہی بغیر کسی رکاوٹ کے ملک فتح کرے تو ائیر فورس کو کیوں تکلیف دی جائے۔ ایکسٹو نے جواب دیا۔

سب خاموش ہو گئے۔

"اور کوئی سوال" ایکسٹو نے پوچھا۔ مگر سب خاموش رہے۔

مسٹر عمران میں ایک بار پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور میں حکومت سے سفارش کروں گا کہ وہ آپ کے نوایجاد فارمولے پر مزید تحقیق کر کے اس ملک کی بہتری کے لیے اُسے کام میں لائے۔ اوور اینڈ آل“

ایکسٹو کی آواز آنی بند ہو گئی۔ جولیا نے بٹن آف کر دیا اور سب لوگ یوں تحسین آمیز نظروں سے عمران کو دیکھنے لگے جیسے وہ کسی مافوق الفطرت ہستی کو دیکھ رہے ہوں اور عمران قلندروں کی طرح آنکھیں بند کئے زور زور سے خراٹے لینے لگا۔

”عمران صاحب“ صفدر نے انتہائی پرخلوص انداز میں اُسے بلایا۔

”صفدر چھپکلی“، عمران نے اچانک آنکھیں کھول کر زور سے کہا اور صفدر جھینپ گیا۔

تمام ہال بے ساختہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد